دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک کا
علمی و دینی مجلہ
الحق
ماھنامہ
بیاد
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ
بانی دارالعلوم حقانیہ
مدیر
مولانا سمیع الحق

مطبوعاتِ مؤتمر المصنفین

کتاب		مصنف	صفحات	قیمت
۱۔ حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی مجلد ترتیب و تحشیہ : مولانا عبدالقیوم حقانی	افادات	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق	۵۳۶ صفحات	۱۲۵ روپے
۲۔ دعواتِ حق مکمل دو جلد (مجلد) ضبط و تحریر : مولانا سمیع الحق	″	″ ″	۱۱۹۲	۱۲۰ روپے
۳۔ قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ مرتبہ : مولانا سمیع الحق	″	″ ″	۴۰۰	۴۵ روپے
۴۔ عبادات و عبدیت مرتبہ : مولانا سمیع الحق	″	″ ″	۸۸	۸ روپے
۵۔ مسئلہ خلافت و شہادت مرتبہ : مولانا سمیع الحق	″	″ ″	۱۰۴	۱۰ روپے
۶۔ صحبتے با اہل حق (مجلد) ضبط و ترتیب مولانا عبدالقیوم حقانی	″	″ ″	۴۰۸	۷۵ روپے
۷۔ اسلام اور عصرِ حاضر (مجلد)	تصنیف	مولانا سمیع الحق	۴۶۰	۹۰ روپے
۸۔ قرآن حکیم اور تعمیرِ اخلاق	″	″ ″	۹۶	۷ روپے
۹۔ کاروانِ آخرت (مجلد)	″	″ ″	۴۴۶	۷۵ روپے
۱۰۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (خصوصی نمبر)	″	″ ″		
۱۱۔ قادیانیت اور ملتِ اسلامیہ کا موقف	″	″ ″	۲۰۸	۳۵ روپے
۱۲۔ قادیان سے اسرائیل تک	″	″ ″	۲۲۴	۳۵ روپے
۱۳۔ قومی اور ملی مسائل پر جمعیۃ کا موقف	″	″ ″	—	—
۱۴۔ میری علمی اور مطالعاتی زندگی مجلد	″	″ ″	—	—
۱۵۔ روسی الحاد	″	″ ″	۲۰۰	۴۵ روپے
۱۶۔ دفاعِ امام ابوحنیفہؒ (مجلد)	″	مولانا عبدالقیوم حقانی	۳۵۲	۶۰ روپے
۱۷۔ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات (مجلد)	″	″ ″	۲۷۲	۵۶ روپے
۱۸۔ علماءِ احناف کے حیرت انگیز واقعات امام ابویوسفؒ ۔ امام محمدؒ (مجلد) جلد دوم	″	″ ″	۲۷۲	۵۶ روپے

کتاب		مصنف	صفحات	قیمت
۱۹۔ اربابِ علم و کمال اور پیشہ رزقِ حلال (مجلد)	تصنیف	مولانا عبدالقیوم حقانی	۲۳۲ صفحات	۵۶ روپے
۲۰۔ امامِ اعظمؒ کا نظریہ انقلاب و سیاست	″	″ ″	۶۴	[illegible] روپے
۲۱۔ خطباتِ حقانی (جلد اول)	″	″ ″	۱۲۵	۱۸ روپے
۲۲۔ کتابت اور تدوینِ حدیث	″	″ ″	۴۸	۷ روپے
۲۳۔ عہدِ حاضر کا چیلنج اور امتِ مسلمہ کے فرائض (مجلد)	″	″ ″	—	...
۲۴۔ مردِ مومن کا مقام اور ذمہ داریاں	″	″ ″	۳۲	۵ روپے
۲۵۔ ساعتے با اولیاء (مجلد)	″	″ ″	—	—
۲۶ د امامِ اعظم حیرانکونکی واقعات (پشتو)	″	″ ″	-	—
۲۷۔ کشکولِ معرفت	″	″ ″	۱۱۲	۲۴ روپے
۲۸۔ الحاوی علی مشکلات الطحاوی	″	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ	۲۲۴	۳۵ روپے
۲۹۔ منہاج السنن شرح جامع السنن (عربی) چار جلد	″	شیخ الحدیث مفتی محمد فرید	—	۱۲۰ روپے
۳۰۔ برکۃ المغازی	″	شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان	—	—
۳۱۔ اللہ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں	افادات	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ	۲۴	۵ روپے
۳۲۔ ارشاداتِ حکیم الاسلامؒ	″	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ	—	۷ روپے
۳۳۔ عقیقہ کی شرعی حیثیت	تصنیف	مولانا مفتی غلام الرحمٰن	۹۶	۱۳ روپے
۳۴۔ دارالعلوم حقانیہ سے جامعہ ازہر تک	″	″ ″	۱۴۴	۲۴ روپے
۳۵ دفاعِ ابوہریرہؓ	″	″ ″	-	—
۳۶۔ افاداتِ حلیم	″	مولانا محمد ابراہیم فانی	۵۶	۶ روپے
۳۷۔ حیاتِ صدر المدرسین (مولانا عبدالحلیم زروبویؒ)	″	″ ″	۵۱۲	۱۲۰ روپے
۳۸۔ فضائل و مسائلِ جمعہ		مولانا امین الحق گستوی حقانی	۹۶	۴۴ روپے

مکمل سیٹ منگوانے پر خصوصی رعایت

مؤتمر المصنفین ○ دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ پشاور

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد ــــ ۲۹
شمارہ ــــ ۱۱
صفر ــــ ۱۴۱۵ھ
اگست ــــ ۱۹۹۴ء

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم
۳۴۰ / ۴۳۵
تمہ ــ ۰۵۲۴۹

بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ
مدیر :ــ عبدالقیوم حقانی

مدیر اعلیٰ
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم ــ شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپے فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- ڈالر
سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نقشِ آغاز

سینٹ میں ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ بل پر کیا گزری؟

قارئین کو ملک بھر کے اخبارات اور ذرائع ابلاغ ریڈیو ٹی وی سے معلوم ہو چکا ہے کہ سینٹ نے ۲۵ جولائی ۱۹۹۲ء کو اکثریت سے ناموس صحابہ و اہلِ بیت کے تحفظ کے سلسلہ میں سینیٹر مولانا سمیع الحق کا پیش کردہ بل مسترد کر دیا، مولانا سمیع الحق اس بل کے ذریعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۶ء میں مزید ترمیم کرانا چاہتے ہیں تاکہ ایک اسلامی ملک میں صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیت عظامؓ کی عزت و ناموس کا تحفظ ہو کوئی کسی بھی بزرگ کی گستاخی نہ کر سکے اور یوں آئے دن فرقہ وارانہ فسادات کا خاتمہ ہو۔ اس بل کا نوٹس مولانا سمیع الحق نے اپریل ۱۹۹۲ء میں سینٹ کو دیا مگر سینٹ سیکرٹریٹ نے بعض فنی وجوہ کا سہارا لے کر اسے مولانا کو واپس بھیجدیا۔ مولانا سمیع الحق نے ان وجوہات کا سہارا لینے کی گنجائش نہ رکھی اور دوبارہ اسے داخل کر دیا۔ بے چارو ناچار سینٹ نے غیر سرکاری کارروائی کے دن کے لیے ایجنڈا میں شامل کر دیا اور پہلی بار ۱۵ مئی کو ایجنڈا پر ارکان سینٹ کے سامنے اس کا مسودہ رکھا گیا مگر بوجوہ اسے مؤخر کیا جاتا رہا بالآخر یہ ۲۵ جولائی کو ایجنڈا پر آیا مولانا سمیع الحق نے مختلف جماعتوں کے ارکان بالخصوص مسلم لیگ کے سرکردہ سینیٹروں جناب سرتاج عزیز سیکرٹری جنرل پاکستان مسلم لیگ، سینیٹر چوہدری شجاعت حسین، جناب سید فضل آغا اور خود جناب وسیم سجاد چیئرمین سینٹ کو اس اہم مسئلہ پر خصوصی توجہ دلائی نیز اے این پی کے ارکان جناب اجمل خٹک اہلحدیث کے پروفیسر ساجد میر، ایم کیو ایم کے ارکان سید اشتیاق اظہر، جماعت اسلامی کے پروفیسر خورشید احمد جے یو آئی کے حافظ حسین احمد۔ جے یو پی کے مولانا عبدالستار نیازی وغیرہ سب سے فرداً فرداً بات کی مگر چیئرمین سینٹ نے اسے جب ایوان کے سامنے بل پیش کرنے کی اجازت دینے کے لیے رکھا تو مسلم لیگ کے مذکورہ ارکان اور اکثریت یا تو عین وقت پر باہر نکل گئے یا بیٹھے ہوئے خاموشی اختیار کر لی یعنی اجازت دینے سے گریز کیا، اے این پی کے ارکان نے برملا مخالفت کی اہلحدیث کے پروفیسر ساجد میر نے قطعی چپ سادھ لی جب کہ اسی اجلاس میں وہ موجود تھے اور مولانا سمیع الحق نے بار بار ان کے پاس جا کر انہیں

اس مسئلہ میں اپنی دینی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلادی مگر جے یو پی، جے یو آئی (الف) جماعت اسلامی بالخصوص ایم کیو ایم کے غیور ارکان جناب اشتیاق اظہر، جناب آفتاب شیخ کے علاوہ ان سب نے بل کی مخالفت کی یا لاتعلقی کا مظاہرہ کیا ہر حال یہ چونکہ ایک تاریخی کارروائی ہے اس لیے ہم یہاں بل کا اصل مسودہ اور اجلاس کی متعلقہ کارروائی سینیٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ شدہ من وعن یہاں پیش کررہے ہیں۔ (ادارہ)

مولانا سمیع الحق کے پیش کردہ ناموس صحابہؓ و اہلبیت بل کا مسودہ

سینیٹ میں پیش کرنے کے لیے۔

(مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری، ۱۸۹۸ء میں مزید ترمیم کرنے کا بل بنام ناموس صحابہ و اہلبیت بل۔)

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں ظاہر ہونے والی اغراض کے لیے مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) اور مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء (ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء) میں مزید ترمیم کی جائے۔

بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ:۔ ۱۔ یہ ایکٹ قانون فوجداری (ترمیمی) ایکٹ ۱۹۹۴ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

۲۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء کی دفعہ ۲۹۸۔ الف کی ترمیم:۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی دفعہ ۲۹۸۔ الف میں۔

الف:۔ الفاظ "دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی ایسی سزائے قید دی جائے گی جس کی میعاد تین سال تک ہوسکتی ہے یا سزائے جرمانہ دی جائے گی یا ہر دو سزائیں دی جائیں گی" کی جگہ الفاظ "موت یا عمر قید یا دس سال قید مع اسی (۸۰) کوڑے کی سزا دی جائے گی اور جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا" تبدیل کر دیئے جائیں گے۔ اور،

ب:۔ آخر میں حسب ذیل تشریح کا اضافہ کیا جائے گا، یعنی۔

تشریح:۔ اس دفعہ میں خلفائے راشدین یا اصحاب رسول پاک کے حوالہ سے لفظ "بے ادبی"

مش پر بھی لاگو ہوگا جو قصداً یا دانستہ طور پر اہل بیت عظام (ازواج مطہرات و اولاد رسول) کی توہین لفظاً، قولاً یا تحریراً یا کوئی اشکال کے ذریعے، یا کسی تہمت، طعن آمیز اشارہ یا درپردہ الزام کے ذریعے یا بلاواسطہ یا بالواسطہ حسب ذیل ریمارکس کلیتاً یا جزوی طور پر استعمال کرے، یعنی۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کے ایمان کی نفی کرے۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کی شان اور اہلبیت عظام کی شان میں گستاخی بے ادبی اور ان کو سچا مخلص اور با ایمان مسلمان نہ ماننے کا اظہار کرے۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ پر بدی کی تہمت لگاتے، ان کے ایمان کی نفی کرے، غیر مومنہ کہے اور انہیں لائق حد مانے۔

۴۔ صحابہ کرام رضؓ (جن کے ایمان اور اعمال صالح کی شہادت حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم تک تواتر قدر مشترک کے ساتھ پہنچائی اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان سے راضی ہونے کی شہادت دی) کے ایمان کی نفی کرے، انہیں حضور اکرمؐ کے بعد مرتد سمجھے اور ان کی شان میں کھلی بے ادبی اور گستاخی کرے۔

تشریح: پیراگراف ۱ تا ۴ بالا کے مرتکب افراد کو ارتداداً سزائے موت دی جائے گی۔

۵۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کی خلافت کے حق ہونے سے انکار کرے۔

۶۔ ان صحابہ کرام جن کے مومن ہونے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا پائے ہونے کی خبر ہم تک صحیح روایات کے ذریعے پہنچی ہو ان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کے کلمات کہے۔

۷۔ حضرت امیر معاویہ رضؓ جنہیں حضرت امام حسن نے عراق کی اسلامی سلطنت سپرد کی اور آنحضرتؐ نے ایک پیشگوئی میں حضرت حسن رضؓ کے اس عمل کو پسند فرمایا اور ان کے فریق اور حضرت امیر معاویہ رضؓ کے فریق دونوں کو فئتین عظیمتین من المسلمین فرمایا۔ کو کافر سمجھے اور انہیں سب و شتم کرے۔

۸۔ صحابہ کرام رضؓ کی شان میں واضح طور پر بے ادبی اور گستاخی کرے۔

تشریح:۔ پیراجات (۵) تا (۸) بالا کے مرتکب افراد کو عمر قید یا کم از کم دس سال قید مع اسی (۸۰) کوڑے کی سزا دی جائے گی۔

ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کے جدول دوئم کی ترمیم:۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء (ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء) میں جدول دوئم میں، دفعہ ۲۹۸ الف سے متعلق اندراجات میں۔

۱۔ کالم ۵ میں لفظ "قابل ضمانت" کی جگہ لفظ "ناقابل ضمانت" تبدیل کر دیا جائے گا۔

۲۔ کالم ۷ میں، الفاظ "دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی ایسی سزائے قید دی جائے گی جس کی میعاد تین سال تک ہو سکتی ہے یا سزائے جرمانہ یا ہر دو سزائیں دی جائیں گی" کی جگہ الفاظ "موت یا عمر قید یا دس سال قید مع اسی (۸۰) کوڑوں تک کی سزا دی جائے گی" تبدیل کر دیئے جائیں گے، اور

۳۔ کالم ۸ میں، الفاظ "درجہ اوّل یا دوئم کا مجسٹریٹ" کی جگہ الفاظ "کورٹ آف سیشن" تبدیل کر دیئے جائیں گے"۔

بیان اغراض و وجوہ

اسلامی ملک میں اہلِ بیت عظامؓ اور صحابہ کرامؓ کی عزت و ناموس کا تحفظ کرنے، فرقہ وارانہ فسادات کا خاتمہ کرنے اور ہر سال ملک کا امن و امان برباد ہونے سے بچانے کے لیے یہ اشد ضروری ہے کہ قانون میں ترمیم کر کے گستاخانِ اہلبیت و صحابہ کرام کے لیے ناموس رسالت کی طرح سخت ترین سزا، یعنی سزائے موت، عمر قید یا دس سال قید اور کوڑوں کی سزا رکھی جائے تاکہ اہلبیت عظام، ازواج مطہرات و اولادِ رسولؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ و دیگر اصحابِ رسول کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والوں پر قانونی گرفت مضبوط کی جا سکے۔ چنانچہ مذکورہ بالا مقصد کو حاصل کرنے کے لیے تعزیرات پاکستان میں موجودہ بل کے تحت ترمیم کرنا مقصود ہے۔ علاوہ ازیں مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کے جدول دوئم میں متعلقہ ترامیم بذریعہ بل ہذا کی جاتی ہے۔　　(مولانا سمیع الحق، رکن انچارج)

مولانا سمیع الحق۔ جناب والا! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء میں مزید ترمیم کرنے کا بل یعنی قانون فوجداری ترمیمی بل ۱۹۹۴ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

Mr. Chairman: It has been moved by Maulana Sami-ul-Haq that the Bill further to amend the Pakistan Penal Code and the Code of Criminal procedure, 1898.

Syed Iqbal Haider: I would request the Honourable Member either to withdraw the bill and at least read the whole bill and read Section 298A that adequate provision in law already exisits in the Pakistan Penal Code for achieving the objective which is desired by the

جناب چیئرمین: مختصراً مولانا صاحب ذرا بتا دیں؟ اس بل میں مختصراً بتا دیں کیا چیز ہے یہ؟

مولانا سمیع الحق: جناب چیئرمین میں بڑے خلوص سے تمام ایوان سے خواہ اپوزیشن کے ہوں یا حکومت کے ہوں ان سے بڑے مؤدبانہ انداز سے گزارش کروں گا پہلے میرے بل کا جو خلاصہ ہے دو منٹ بیں وہ سن لیں۔ ہمارے ہاں بدقسمتی سے ایک تاثر یہ پیدا ہوا ہے کہ جب بھی کوئی قرآن وسنت یا اسلام کی بات آتی ہے تو عمومی فضا بدقسمتی سے ایسی بن گئی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ شاید انتہا پسندی، دہشت گردی اور فرقہ واریت کی بات کر رہے ہیں، کوئی بہت بڑی مصیبت ہم پر یہ نازل کر رہے ہیں۔ ہمیں ایک ایوان بالا کے معزز ارکان کی حیثیت سے خواہ حکومت سے تعلق ہو خواہ اپوزیشن سے اگر کوئی بیماری ہے، اگر کوئی آفت معاشرے کو لپیٹ میں لے چکی ہے اور اگر ہم پریشانی اور بحرانوں میں آئے دن ان کے ہاتھوں مبتلا ہوتے ہیں تو یہاں ایک ڈاکٹر اور حکیم کی طرح ہمیں اس کا علاج سوچنا چاہیئے اور اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ نہیں کہ کوئی اگر اس کے اصلاح کا بھی سوچے، ڈاکٹر نسخہ لکھتا ہے مریض چیختا چلاتا ہے کہ شاید یہ مجھے مارنا چاہتا ہے مریض تو امراض میں مبتلا ہے اور وہ بیچارہ تڑپ رہا ہے، وہ تو چیخے گا۔ ڈاکٹر کا فرض ہے کہ علاج سوچے، تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ملک میں بدقسمتی سے فرقہ واریت ہے اور اس کی وجہ سے امن وامان تباہ ہو رہا ہے اور ایک اسلامی مضبوط پاکستان جس قومی یکجہتی کا متقاضی ہے وہ بدقسمتی سے ناپید ہے اور آئے دن شہروں میں فسادات بھی ہو رہے ہیں اور امن وامان کی صورتحال بھی خراب ہو رہی ہے۔ اس کی انسداد اور تدارک کے لیے، فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے اور مستقل امن قائم کرنے کے لیے ہمیں ایک فارمولا آگے لانا چاہیئے کہ تمام مکاتب فکر ایک دوسرے کا مکمل احترام کریں اور ایک دوسرے کے بزرگوں کو عظمت اور تقدس کی نگاہ سے دیکھیں۔ میں اس بل کے ذریعے سے چاہتا ہوں کہ ملک کے تمام شہریوں کے جو بزرگ ہیں جو قائد ہیں، جو صاحب قیادت ہیں ان کو تحفظ دیا جائے اور کوئی بھی کسی بزرگ کے بارے میں گستاخی کی بات نہ کر سکے، توہین نہ کر سکے۔ اسی سے فرقہ واریت ختم ہوگی۔ صحابہ کرام اور اہلبیت، اولادِ رسول، ازواج مطہرات یہ سب ہمارے لیے ایک ہی طرح واجب الاحترام اور ان کی عظمت اور ناموس ایمان کا تقاضا ہے۔ اس ملک میں مختلف مکاتب فکر رہتے ہیں۔ ان سب کو میں چاہتا ہوں کہ پابند کیا جائے کہ کوئی کسی بزرگ کو گالی نہیں دے گا، کوئی کسی بزرگ کی شان میں گستاخی نہیں کرے گا۔ قرآن نے صحابہ کرام، اہلبیت کی عظمت اور تقدس اور عدالت بیان کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بل کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی کسی کو گالی نہ دے۔ قطعٔ نظر کہ یہ اسلامی بات ہے۔ یورپ میں بھی کوئی برداشت نہیں کرتا، امریکہ میں بھی، کمیونسٹ ممالک میں بھی کہ ملک کے کچھ شہری کسی کے بزرگوں کو گالی دیں اور کچھ شہری ان کے بزرگوں کو گالی دیں۔ اگر ہم ایک بل پیش کرتے ہیں کہ چوری نہ ہو، زنا نہ ہو، لوٹ کھسوٹ نہ ہو، قتل وغارت گری نہ ہو، آپ کہیں گے کہ یہ تو بڑی اچھی بات

کرتا ہے ۔ تو اگر ایک شخص کہتا ہے کہ کوئی اس ملک میں گالی گلوچ نہ کرے ۔ توہین آمیز اور گستاخانہ اقدامات نہ کرے ، تو یہ اس ملک کے اصلاح کی بات ہے ۔ اس بل کے ذریعے میں چاہتا ہوں کہ صحابہ اکرامؓ ، اہلبیت عظامؓ ، اولادِ رسولؐ ، ازواجِ مطہرات کی گستاخی کا راستہ بند کیا جائے کیونکہ اگر وہ گستاخی کرتا ہے تو میں چارہ جوئی کا قانونی راستہ نہیں پاتا ہوں ۔ میں پھر بندوق اٹھاتا ہوں ، میرے ایمان کے عقیدے کا تقاضا ہوتا ہے ۔ دوسرا میرے بزرگوں کے بارے میں گالی دیتا ہے میں ان کے بزرگوں کا حاشا وکلا خدانخواستہ کوئی گستاخی کروں وہ مجبور ہوتا ہے اس فساد اور انتقام پر تو اگر قانونی چارہ جوئی کا دروازہ کھلا ہوگا تو قانون بزرگوں کو تحفظ دے گا ۔ تو میں عدالت میں جاؤں گا ، میں پولیس کو کہوں گا کہ اس کو روکو ، ہر برائی کا علاج کوئی خود نہیں کرتا ، حکومت ہی معاشرے کی اصلاح کے لیے آگے آتی ہے ۔ ان کی پولیس ، ان کی وزارت داخلہ ، ان کی ایجنسیاں برائیوں کو روکتی ہیں ۔ اس کے لیے ان کے پاس قانونی راستے ہوتے ہیں ۔ تو میں اس بل کے ذریعے ، خدا کی قسم فرقہ واریت کا یہی خاتمہ ہے ۔ کہ ان بزرگوں کو تقدس دو ۔ اللہ نے کہا ہے کہ یہ جو گزر گئے ان کے معاملات اللہ کے سپرد کردو انہوں نے جو کچھ کیا ہے اللہ کے سامنے ہے ۔ اب ہم چودہ سو سال سے ایک دوسرے کے بزرگوں پر طنز و تشنیع کریں اور اعتراضات کریں ، اس کا نتیجہ یہی فرقہ واریت ہوتی ہے ، بازاروں میں فسادات ہوتے ہیں کوئی بازار میں کسی بزرگ کو گالی نہ دے ۔ اس میں شیعہ سنی کا کوئی امتیاز نہیں ہے سبھی جتنے بھی ہمارے مقدس بزرگ ہیں ہمارے اثاثے ہیں ہماری تاریخ کی بنیاد ہیں قرآن میں ان کی عدالت سینکڑوں جگہ بیان کی گئی ہے اہلبیت کی اور صحابہ کرام کی اگر اس کو ہم تحفظ دے دیں تو انشاء اللہ اس ملک میں پورا امن و امان قائم ہوگا

Mr. Chairman: Yes, Iqbal Haider you want to say something in response to the brief statement of the Senator?

Syed Iqbal Haider: Sir, I would just briefly say that our government is determined to protect the religious places, beliefs and sentiments of all sections of public and all sects of Muslims as well as of minority. Unfortunate reality is that the larger is the number of laws, the greater is the sectarian polarization which we have seen in the decade of 80s. The largest number of sections and laws which were enacted during the tenure of 80s have given rise to a massive sectarian hatred, polarization and bias. The law already exist on the statue book and let me read only briefly section 298(a) which was also incorporated in Pakistan Penal Code in the year 1980 through an Ordinance that :

"whoever by words either spoken or written or by visible representation, or by any imputation innuendo or insinuation directly or indirectly denies the sacred name of any wife (Umm-ul-Mumineen) or members of the family of Ahlebait of the Holy Prophet (PBUH) or any of the righteous Caliphs, Khulfa-e-Rashideen or companian (Sahaba) of the Holy Prophet (PBUH) shall be punished with the imprisonment of either discription

for a term which may extend to three years or with fine or with both.

This is already an offence and that is a sufficient offence and there are several other provisions which have been made in the law. Therefore, there is no need to legislate further and there is no need for this Bill to be considered or passed. It should be opposed and rejected.

مولانا سمیع الحق: وزیر قانون صاحب حوالہ تو دے رہے ہیں وہ عمومی مسئلہ ہے اُس میں ناموس صحابہ و اہلبیت کا کوئی واضح اور بھرپور تحفظ نہیں ہے۔ ہم اسے مؤثر بنانا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین: بہرحال آپ کو موقع دے دیا گیا ہے۔

Now, I will put this motion before the House. Does the honourable Senator Maulana Samiul Haq has leave to introduce a Bill further to amend the.

جی جناب پروفیسر خورشید صاحب آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد اجمل خان خٹک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی جناب خٹک صاحب۔

جناب محمد اجمل خان خٹک: جناب چیئرمین وزیر قانون کی طرف سے جو پڑھا گیا اگر مولانا صاحب یہ بتا دیں کہ اس میں کون سی خامی ہے جس سے ہمارے صحابہ کرام خواہ وہ ہماری امہات ہیں ان میں کون سی کمی رہ جاتی ہیں جس پر آپ نے یہ ترمیم پیش کی ہے۔ ہمارے خیال میں تو اس میں ایسی کوئی کمی نہیں یہ مکمل ہے اگر وہ بتا دیں تو ہم ووٹ دے سکیں گے ورنہ ہم اندھیرے میں رہ جائیں گے۔

مولانا عبدالستار خان نیازی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی جناب مولانا صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

مولانا عبدالستار خان نیازی: میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس انداز میں مولانا نے بل کا تعارف کرایا ہے اور

اقبال حیدر صاحب نے جواب دیا ہے وہ ایسی بات ہے کہ دونوں طرف سے احترام عزت اور وقار کی بات ہے اگر آپ اس کو مسترد کرتے ہو، اور یہاں پر ہاؤس میں آتا ہے تو اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ اس کی کوئی ایسی صورت نکالی جائے کہ بل کو بہتر شکل میں بنانے کے لیے موقع دے دیا جائے کیونکہ ایک پہلو جو ہے وزیر قانون صاحب نے بھی سامنے رکھا انہوں نے گالی کی بات کی ہے قانون سازی کی بات جو ہے اس میں خاص طور پر یا کتاب و سنت کی بات آئی ہے کتاب و سنت ہم تک پہنچانے کے لیے اس کے ایک ایک لفظ کی امانت اور دیانت جو ہے اس کو قائم کرنے کے لیے ذریعہ ہمارے لیے صحابہؓ اہلبیتؓ امہات المومنینؓ ہیں اسی لیے حضورؐ نے فرمایا تھا کہ (عربی) بہترین دور میرا ہے (عربی) اس کے بعد صحابہ کرامؓ ہیں (عربی) پھر اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین ہیں یہ قانونی پوزیشن ہیں اس لحاظ سے بجائے اس کے کہ پروپیگنڈہ ہو آپ اس کو بہتر شکل میں بنانے کے لیے.....

جناب چیئرمین : اس کے لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ مولانا صاحب اس کو واپس لے لیں اور پھر مشورہ کر کے دوبارہ لے آئیں لیکن فی الحال تو میرے سامنے ایک ہی راستہ ہے۔

پروفیسر خورشید احمد : میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بڑا نازک مسئلہ ہے محض قانونی بات نہیں ہے قوم کے جذبات کا معاملہ بھی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں مقصد غالباً مشترک ہے تو اس پہلو سے ایسا راستہ اختیار کیجئے۔

جناب چیئرمین : راستہ مجھے بتائیں ایک ہی راستہ ہے کہ مولانا صاحب اس کو واپس لے لیں واپس لے کر مشورہ کر کے اس کو دوبارہ لے آئیں ... (مداخلت)....

مولانا سمیع الحق : یہی راستہ ہے کہ ہم کمیٹی کو ڈیفر کریں ہم آپس میں مل بیٹھ کر طے کرتے ہیں۔ بل کوئی واپس نہیں لیتا اس کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنانے کے لیے سٹینڈنگ کمیٹی میں بھیجا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین : مولانا صاحب رولز کے مطابق جب آپ بل موو کرتے ہیں تو آپ کو موقع دیا جاتا ہے کہ آپ مختصر بیان دے دیں کہ یہ کیا بل ہے اس کے بعد مجھے ہاؤس کے سامنے پٹ کرنا ہوتا ہے کہ وہ آپ کو اجازت دیتے ہیں کہ نہیں دیتے۔ اس میں ایک راستہ یہ ہو سکتا ہے کہ فی الحال آپ اس کو واپس لے لیں پھر مشورہ کر کے پھر سے لے آئیں۔

مولانا سمیع الحق : نہیں وہ تو جناب کبھی نہیں کروں گا۔ آپ کے سامنے راستہ ہے کہ آپ اس کو بہتر سے بہتر بنانے ... (قطع کلامی)

جناب چیئرمین : تو میں اس کو ہاؤس میں پٹ کر دیتا ہوں جو ہاؤس فیصلہ کرے

حافظ حسین احمد : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : جی جناب حافظ صاحب

حافظ حسین احمد : جناب چیئرمین میری گزارش یہ ہے کہ جہاں تک محترم اجمل خٹک صاحب نے کہا ہے اس میں یہ ہے کہ یہ جو سزا ہے اس کے باوجود بھی جرم کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ اور اس میں جو تین سال کی سزا ہے وہ انتہائی کم ہے اور ہمارے معزز رکن کا کہنا ہے ان کی جو منشا ہے جہاں تک میں سمجھا ہوں کہ اس میں سزا اتنی ہو تاکہ کوئی جرم کا ارتکاب نہ کر سکے چاہے وہ اہلبیت ہوں، حضرت عائشہ صدیقہ ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں، جتنے بھی ہیں، اب جس طرح ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، اقبال حیدر صاحب ہیں ان کا اہل تشیع سے تعلق ہے، ڈاکٹر شیر افگن ہیں وہ سنی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ پورے ہاؤس میں ہی نہیں پورے ملک میں یہی صورتحال ہے۔ ایک دوسرے کا جب تک احترام نہ کیا جائے اس وقت تک یہ نہیں ہوگا۔ تو میں گزارش کروں گا کہ یہ جو تین سال کی قید ہے اس کے باوجود بھی جرم کا ارتکاب ہوتا رہا ہے۔ کتابیں چھپ چکی ہیں، کتابیں تقسیم ہو چکی ہیں، اس کے لیے ایک ایسی سخت سزا ہوتی کہ ۔۔۔۔

جناب چیئرمین : لیکن اس کے لیے دیکھیں ناں، بات یہ ہے کہ یہ جو بل ہے یہ کافی COMPREHENSIVE بل ہے، اس کو میں نے ہاؤس کے سامنے رول کے مطابق PUT کرنا ہے، اب آپ لوگوں نے فیصلہ کرنا ہے کہ آپ اس کو منظور کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں۔

پروفیسر خورشید احمد : جناب چیئرمین! آپ چاہیں تو آپ سپیشل کمیٹی بنا سکتے ہیں۔ سپیشل کمیٹی کی گنجائش موجود ہے اس میں۔

جناب چیئرمین : لیکن جناب کیسے؛ میری عرض یہ ہے کہ آپ مجھے رولز کے حوالے سے بتائیں کہ جی آپ ایسا کریں، رول ۸۳ جو ہے مولانا صاحب وہ یہ کہہ رہا ہے کہ

If the motion to introduce the Bill is opposed, the Chairman after permittimg, if he so thinks fit, a brief explanatory statement by the members seeking leave and the the Minister opposing it, may without further debate put the motion to the House.

یہ تو آپ لوگوں نے فیصلہ کرنا ہے ناں، میں نے تو نہیں کرنا ہے ناں I have to do is to put it before the House.

پروفیسر خورشید احمد : جناب چیئرمین! آپ کے پاس سپیشل کمیٹی کی provision بھی موجود ہے اور اس سے آپ فائدہ اٹھا سکتے ہیں تاکہ آپ بل کو ڈیفر کر دیں۔

Mr. Chairman: This is a procedure specially for the Private Members Bill, So cannot over-ride that procedure.

یہ تو صاف آپ کے سامنے ہے کہ یہ procedure ہے، اس میں یہ ہے کہ آپ اگر آپس میں فیصلہ کریں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جب آپ سوال Put کرنے لگیں تو اس کے بعد جو بھی یہاں point of order اٹھایا گیا ہے وہ نامناسب ہے، وہ قواعد کے خلاف ہے، آپ question put کریں۔

پروفیسر خورشید احمد: ڈاکٹر صاحب اتنی قانونیت اختیار نہ کریں، ہم بھی جانتے ہیں قانون کو، اس میں کوئی راستہ نکالیں تاکہ اس کا حل تلاش کیا جا سکے۔ میری نگاہ میں تو آپ اس کے لیے سپیشل کمیٹی بنا سکتے ہیں اس کو ایڈمٹ کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس کے لیے کوئی راستہ نکالنے کے لیے۔

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب دیکھیں ناں یہ ایک procedure دیا ہوا ہے how can I violate this rule 83 صاف لکھا ہوا کہ without further debate, I have to put it to the House اب آپ فیصلہ کریں، اگر آپ نہیں کرنا چاہتے کہ leave grant or not to grant, you have to decide

Mr. Aftab Ahmed Shaikh: Sir, there is one submission. The House is supreme.

Mr. Chairman: So, let the House decide.

Mr. Aftab Ahmed Shaikh: Kindly hear me. The submission is that if you are putting this motion, you can put this motion also that let this Bill be referred to a Special Committee

(Interrupitons)

Mr. Aftab Ahmed Shaikh: The House has got full authority, full power...

Mr. Chiarman: No. Aftab Sahib, is there any motion before me to that effect.

Mr.Aftab Ahmed Shaikh: This is an oral motion to be made.

Mr. Chairman: Oral motion

پھر مصیبت بن جائے گی۔

Prof. Khurshid Ahmed: Oral motion to refer it to a Special Ccommittee to find out the solution.

جناب چیئرمین: جی کون ساجی بتائیں۔ اگر اس میں کوئی ہے تو بتا دیں۔ I don't mind

پروفیسر خورشید احمد: میں بتاتا ہوں جی۔

(وقفہ)

جنابِ چیئرمین: اس وقت خورشید صاحب کھڑے ہیں let him make his point and then اس میں کوئی دیکھ لیں، اگر رولز میں گنجائش ہے تو I am with you۔

پروفیسر خورشید احمد: جنابِ چیئرمین! یہ ایک ایسا نازک مسئلہ ہے کہ اس وقت ہاؤس اس پر نہ اس کو ایڈمٹ کرنے کی پوزیشن میں ہے، نہ REJECT کرنا مناسب ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ ایک سپیشل کمیٹی بنا دی جائے، جس میں مولانا بھی ہوں، وزیرِ قانون بھی ہوں۔

جنابِ چیئرمین: لیکن کیسے پروفیسر صاحب! کوئی طریقہ بھی تو بتائیں ناں، یعنی please don't ask to bypass rules because somebody else shall tomorrow

پروفیسر خورشید احمد: وہ صحیح ہے۔ لیکن کوئی نہ کوئی راستہ نکالا جا سکتا ہے۔

جنابِ چیئرمین: وہ بتائیں ناں۔ مجھے بتائیں ناں مولانا صاحب، آپ کے پاس بھی رولز کی کتاب ہے ان کے پاس بھی ہے۔ اگر رول میں کوئی ہے تو پھر مجھے بتائیں۔

مولانا سمیع الحق: سٹینڈنگ کمیٹی میں آپ نے بھیج دیا ہے۔ ہر بل آپ ڈیفر کرتے ہیں۔ میں ایک تجویز پیش کر دوں گا یا اقبال حیدر صاحب پیش کر دیں گے سپیشل کمیٹی کے بارے میں اور ایوان اس کو منظور کرے گا۔ ہم تو تعاون کرنا چاہتے ہیں آپ کے ساتھ، آپ کو اس مصیبت سے بچانا چاہتے ہیں کہ اس وقت آپ اس کے بارے میں اس پوزیشن میں نہ ہوں، تعاون چاہتے ہیں آپ کے ساتھ اگر آپ تعاون نہیں کرنا چاہتے تو آپ کو اختیار ہے آپ کو کون روک سکتا ہے۔

جنابِ چیئرمین: جی طارق صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد طارق چودھری: جنابِ چیئرمین میں مولانا صاحب سے درخواست کرنا چاہ رہا ہوں کہ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ سزا کم ہے۔ کیا آج تک ایسا ہوا ہے کہ کسی بندے کو تین سال پانچ سال پہلے سزا ہو چکی ہو اور اس کے باوجود اس نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہو۔ مسئلہ تو صرف یہ ہے کہ ہمارے پاس قوانین کے ڈھیر پڑے ہیں۔ قوانین ہم بناتے چلے جاتے ہیں اور ان کی implementation کا سرے سے کوئی ہمارے پاس ہے نہیں۔ تو مسئلہ تو یہ ہے کہ اب مولانا نے ہم سب کو مشکلات میں ڈال دیا ہے۔ مولانا اس کو واپس لیں جی اور بعد میں پھر دوسروں سے مشورہ کر کے یہ پیش کر سکتے ہیں اس میں کوئی PROBLEM نہیں ہے

جنابِ چیئرمین: کوئی ہے RULE پروفیسر صاحب

Mr. Aftab Ahmad Sheikh: I refer to Rule 180

جناب چیئرمین : میں دیکھتا ہوں جی ۔ یہ تو کہتی ہے کہ The Senate may by motion ... Now there is no motion before me.

پروفیسر خورشید احمد : میں اور آفتاب شیخ صاحب دونوں MOTION کر رہی ہیں ۔

آفتاب شیخ Mr. Aftab Ahmad Sheikh: Sir we are making a motion......

Mr. Chairman: Professor Sahib, in legislative matters just pulling a motion o of the hand that I want to move

There is no motion before me وہ بھی مناسب نہیں ہے نہ ۔

پروفیسر خورشید احمد : جناب چیئرمین کبھی کبھی یہ بھی کرنا پڑتا ہے ۔ جو موقع ہے اس کی مناسبت سے

جناب چیئرمین : نہیں ، اگر آپ چاہتے ہیں کہ ... If the House desires اگر ہاؤس desire کرتا ہے کہ اس کو کمیٹی میں بھیجنا ہے تو وہ ووٹنگ سے کر سکتا ہے ۔ اگر وہ کہتا ہے نہیں ۔ تو ہو سکتا ہے ۔ it is up to the House now

آفتاب شیخ Mr. Aftab Ahmad Sheikh: Now, since we have pointed out by motion that there is a specific provision there.....

Mr. Chairman: There is no motion before me to refer to the Special Committee and I can not accept an oral motion at this stag

Prof. Khurshid Ahmad : By an amendment.

جناب چیئرمین : یہ اگر اس طرح PROCEDURE ہوا تو میرے لیے ناممکن ہو جائے گا کہ میں کوئی بھی چیز RULES کے مطابق چلاؤں ۔

پروفیسر خورشید احمد : آپ کی جو پوزیشن ہے ....

جناب چیئرمین : SORRY آپ کوئی اور دیکھ لیں ۔ میں اور ٹائم دیتا ہوں آپ کو ....

پروفیسر خورشید احمد : مجھے تو آپ سے ہمدردی ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اس مسئلے کی نوعیت کو بھی سامنے رکھ لیں ۔

جناب چیئرمین : نہ جی ، اس لیے میں نے آپ کو اتنا وقت دیا کیونکہ آپ سمجھتے ہیں یہ مسئلہ ، کوئی طریقہ نکالیں

(مداخلت)

جناب چیئرمین : آپ اس طرح کریں ناں you can vote in favour of Maulana Sahib

پروفیسر خورشید احمد: وہ تو ہم کریں گے۔ لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ SENATE میں ڈویژن ہوں مسئلے پر

Mr. Aftab Ahmad Sheikh: Sir, since there is an oral motion, my submission is that kindly place it before the House.

Mr. Chairman: Oral motion in legislative matters I do not accept unless کوئی بہت ہی unusual چیز ہو۔ fine, no obejection, but there is no concensus then I must have the motion تو on a motion ہو concensus اگر before me. It should be put before the House ...

Mr. Afatab Ahmad Sheikh: This is an absolutely unusual situation

مولانا سمیع الحق: جناب چیئرمین صاحب اس کا تعلق دونوں سائیڈوں میں جو حضرات اراکین ہیں اس کے ایمان اور عقیدے سے ہے۔

جناب چیئرمین: صحیح ہے۔

مولانا سمیع الحق: ہم یہ نہیں چاہتے کہ سینٹ پر اور ان معزز ارکان کے منہ پر کالک لگ جائے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے منہ پر یہ کالک نہ لگے کہ ہم نے یہ مسترد کر دیا۔ ہم سب کی اسی میں عزت ہے۔

Mr. Chairman: So, I put the motion before the House It has been move by Maulana Samiul Haq seeking leave to introduce a Bill further to amend The Pakistan Penal Code and The Court of Criminal Procedure 1898. The Criminal Law (Amendment) Bill, 1994. All those in favour of grant of leave may say ..

پروفیسر صاحب نہیں ہو سکتا۔ اس طرح نہیں ہو سکتا we discuss it further نہیں ہو سکتا اس طرح۔

The leave is refused.

[The motion was negatived]

مولانا سمیع الحق: اس سائیڈ پر بات سمجھے نہیں ہیں اور آپ کے سامنے قانون کا ایک راستہ انہوں نے دکھا بھی دیا ہے معزز ارکان نے۔ آپ خواہ مخواہ سینٹ کا منہ کالا کر رہے ہیں اور سارے ارکان کا (مداخلت)

مولانا سمیع الحق: آپ خود توہین کر چکے ہیں۔ اگر ایسا فیصلہ ہے آپ کا تو میں اس ایوان سے بائیکاٹ کروں گا۔ میں اس سے واک آوٹ کرتا ہوں۔ ہم ایک راستہ نکالنا چاہتے ہیں جس سے سب کا دین ایمان، عقیدے محفوظ ہو۔

جناب چیئرمین : یہ فیصلہ ایوان نے کیا ہے، آپ لوگوں نے کیا ہے، آپ لوگوں کی مرضی۔ آپ لوگوں کی مرضی جو فیصلہ کریں۔

مولانا سمیع الحق : اس پر آپ صحیح ڈویژن کریں (یعنی بیٹھے ہوتے ہاں یا نہیں ہی نہیں ممبران حق میں یا مخالفت میں باری باری کھڑے ہوں۔)

جناب چیئرمین : ٹھیک ہے جو اس بل کے حق میں ہیں کھڑے ہو جائیں یعنی کہ اس leave grant کے حق میں ہیں کہ آپ کو اجازت دی جائے۔ یعنی جو اس حق میں ہے کہ آپ کو بل کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ وہ کھڑے ہو جائیں اور جو اس کے خلاف ہیں کہ اس کی اجازت نہ دی جائے۔ ان میں مخالفت کرنے والوں کی اکثریت یعنی حق میں گیارہ اور مخالفت میں ۲۲ ووٹ ہوتے۔

مولانا سمیع الحق : (ارکان کو مخاطب کرتے ہوئے) کیوں اپنا دین اور ایمان خراب کر رہے ہو، ہم آپ کا دین اور ایمان بچانا چاہتے ہیں کیوں اقبال حیدر (وزیر قانون) کے پیچھے جا رہے ہو۔ وہ تو جہنم میں لے کے جا رہا ہے آپ کو، وہ اقبال حیدر آپ کو سیدھا جہنم کے بیچ میں پہنچا دے گا۔ وہ توہین رسالت کے بل کے پیچھے بھی لگا ہوا ہے کہ توہین رسالت کا بل ختم ہو، میں احسان الحق پراچہ جیسے شریف آدمیوں سے یہ توقع رکھوں کہ وہ آپ کو جہنم لے جائے تو آپ اس کے پیچھے جائیں گے۔ یہ پارٹی کا مسئلہ نہیں ہے

جناب چیئرمین : جناب اقبال حیدر صاحب no shouting so the leave has been refused by the house. Next item no 4 Fazal Agha

فضل آغا صاحب کے موشن پر کون تقریر کر رہا تھا۔ آئٹم نمبر ۴، اس پر آپ نے بولنا ہے۔ آپ کے پاس لسٹ ہے

مولانا سمیع الحق : میں واک آؤٹ کرنا ایمان کا تقاضا سمجھتا ہوں۔ آپ نوٹ کریں۔ اور آپ ایوان سے واک آؤٹ کر گئے۔

اعتذار

الحق جون ۱۹۹۴ء شمارہ ۹ کے صفحہ ۵ کے بعد صفحہ ۷، ۸ کے بعد صفحہ ۶ اور ۶ کے بعد صفحہ ۹ پڑھا جائے کاتب نے کاپی جوڑتے وقت ان صفحات میں سہواً تقدیم و تاخیر کر دی ہے۔

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی
ضبط: مولانا عبدالقیوم حقانی

نظامِ اکل وشرب میں شریعت کی رہنمائی

امام ترمذیؒ کی جامع السنن کے کتاب الاطعمہ کے احادیث کی روشنی میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا تناول فرمانے کا طریقہ، تین انگلیوں کا استعمال، انگلیاں چاٹنے کی سنت اور حکمت ومصلحت اور حدیث باب کی توضیح وتشریح۔

باب ماجاء فی لعق الاصابع

عن ابی هریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا اکل احدکم فلیلعق اصابعه فانه لایدری فی ایتهن البرکۃ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ ان میں سے برکت کس میں ہے۔

یہ ابواب الاطعمہ کا سلسلہ ہے۔ آداب طعام کا بیان جاری ہے، ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب کھانا کھانے سے فراغت ہو تو انگلیاں چاٹ لینی چاہئیں کہ وہ روغن، رغن سالن اور طعام سے آلودہ ہوں گی اور اگر خشک کھانا کھایا ہے اور انگلیاں کھانے سے آلودہ نہیں ہیں یا اس طرح کھانا کھایا ہے کہ انگلیاں کھانا لگنے سے محفوظ رہی ہیں تو پھر چاٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔

انگلیاں چاٹنا عیب نہیں

اذا اکل احدکم فَلْیَلْعَقْ اصابعه یہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لیا کرے۔

انگلیاں چاٹنا یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے اور نہ ہی قابلِ اعتراض عمل ہے کھانا خدا کی نعمت ہے اس کا ایک ایک حصہ بلکہ چھوٹے اجزاء اور ذرات بھی عام کھانے کی طرح قابلِ احترام اور ایک نعمت ہیں تو اُن کی بھی قدر کرنی چاہیئے۔

اہل مغرب کا بودا اعتراض

آج اہل مغرب اور خود مسلمان معاشرہ میں مغرب زدہ لوگ اسلام کی اس

مبارک تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں اور انگلیوں کے چاٹنے کو تضحیک و استہزار کا نشانہ بناتے ہیں خود تو ہاتھوں کے بجائے چمچے، چھری اور کانٹا استعمال کرتے ہیں ہوٹلوں میں جب چھری کانٹا اور چمچے دیئے جاتے ہیں تو انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں ہوتا کہ اس سے قبل اسے کس نے استعمال کیا ہے کن کے منہ میں گئے ہیں کس مرض میں مبتلا مریضوں نے انہیں استعمال کیا ہے پھر اس کے بعد آیا وہ دھوئے بھی گئے ہیں یا نہیں ؟ ان کے دھونے میں گرم پانی یا جراثیم کش ادویات کا استعمال بھی ہوا یا نہیں ؟ حیرت ہے کہ جراثیم سے بھرپور اور سڑا ہوا چمچے، کانٹے اور چھریاں تو انہیں ستھرے اور صاف معلوم ہوتی ہیں مگر اپنی صاف ستھری انگلیوں میں انہیں جراثیم نظر آتے ہیں، علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں بعض بے وقوفوں نے انگلیاں چاٹنے کو حقیر قرار دیا ہے بعض اسے ناپسند قرار دیتے ہیں اور بعض اسے قباحت کی نظر سے دیکھتے ہیں، حالانکہ ان کو عقل سے کام لینا چاہیئے آخر انگلیوں پر جو کھانا لگا ہوا ہے یہ وہی تو ہے جو ابھی کھایا جا رہا تھا آخر اس میں کونسی نئی چیز آگئی اور اس میں قباحت کیا ہے ؟

کانٹا چھری سے محبت اور انگلیوں سے نفرت کیوں؟ یہ معترض یہ فیشن پرست، آزاد خیال اور مغرب زدہ طبقے کے لوگ بظاہر ستھرے نظر آتے ہیں مگر باطن میں خبث و نجاست سے بھرپور ہیں ان کی شب و روز کی زندگی میں طہارت کا تصور تک نہیں ہے۔ حلال وحرام اور پاکیزگی کو وہ جانتے تک نہیں، شرعی طہارت سے ناآشنا ہیں چمچوں، چھری اور کانٹوں کے ان دلدادگان سے کوئی پوچھے کہ جناب اپنی انگلیوں سے کیوں نفرت ہے ؟۔

کھانے کیلئے ہاتھ دھونے کے بعد تولیہ مسنون نہیں حیرت ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آداب طعام میں یہ تعلیم دے دی ہے کہ جب کھانا دستر خوان پر چنا جائے۔ تو بیٹھنے سے قبل ہاتھ دھو لو اگر ہاتھوں پر کوئی جراثیم ہوں گے تو دھونے سے وہ ختم ہو جائیں گے ــــ جب کھانا کھانے کے لیے ہاتھ دھو لیے تو اس کے بعد پھر ہاتھوں کو خشک کرنے کے لیے کپڑے یا تولیہ کا استعمال مسنون نہیں ہے ، ہاتھ دھو لینے کے بعد پھر چھری کانٹے اور چمچوں کے استعمال پر اصرار کیوں ؟

آج کل ایک فیشن یہ بھی ہے کہ ہاتھ دھلا کر انہیں خشک کرنے کے لیے تولیہ پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ مسنون نہیں ہے۔

یہ سب چیزیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تھیں وہ جانتے تھے کہ اس زمانہ میں بھی خدا جانے اس تولیہ میں کیا کیا چیزیں آلائشیں اور کیا کیا جراثیم ہوں گے اور اس کو کتنے اور کیسے کیسے لوگ استعمال کریں گے۔ سائنسدان آج کل خورد بین لگا لگا کر جراثیم اور آلائشوں کو دیکھتے اور تحقیقات کرتے ہیں مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل بغیر کسی آلہ اور خورد بین کے بتا دیا تھا کہ کھانے کے لیے ہاتھ دھو لینے کے

بعد تولیہ کا استعمال مضر صحت ثابت ہو سکتا ہے۔

بہر حال اپنا کھانا ہے اور اپنی انگلیاں ہیں تو اگر اپنی انگلیوں کی صفائی کر لی چاٹ لی تو اس میں کونسا عیب آ گیا۔ یہ عجمی اور مغربی تہذیب و تمدن والے محض ظاہری زیب و زینت کو دیکھتے اور اس پر اکتفا کرتے ہیں۔ باطن کی انہیں کوئی پرواہ نہیں حتیٰ کہ بغل اور زیر ناف بالوں کی صفائی تک نہیں کرتے۔

دین اسلام کی تعلیمات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر کوئی عار اور شرم نہیں کرنی چاہئے

صحابہ کرامؓ اور سنتِ رسولؐ کا اہتمام

صحابہ کرامؓ نے جب ایران فتح کیا تو ایک بڑا دربار لگا اس میں عجمی سردار اور رؤسا موجود تھے، سلمان فارسیؓ فاتح تھے اور ان کا تقرر بحیثیت گورنر کے ہوا تھا دعوت کا انتظام ہوا حضرت سلمان فارسیؓ سے ایک نوالہ روٹی کا گر گیا تو انہوں نے اسے زمین سے اٹھا کر صاف کر کے کھا لیا ان کے اس عمل سے بعض لوگوں کو گھبراہٹ ہوئی اور سوچا کہ گورنر کے ایک نوالے کے گر جانے اور اٹھانے سے ہماری فضیحت ہوئی۔ یہ عجمی تہذیب کے لوگ کیا کہیں گے، حضرت سلمان فارسیؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کیا میں اِن عجمی لوگوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کر دوں۔ یہاں یہ بھی یاد رہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی فعل کو اپنی ذاتی حیثیت سے قبیح سمجھے یا اس کو حقارت کی نظر سے دیکھے تو اور بات ہے اور اگر خدانخواستہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل، سنت اور عمل کو قباحت کی نظر سے دیکھے گا، حقارت و استحقار اور نفرت کرے گا تو اس کے ایمان کا خطرہ ہے نعوذ باللہ من ذلک۔

ترمذیؒ کے ابواب الاطعمہ کی روح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن اور آداب طعام کے تمام ابواب اور روایات کی روح یہ ہے کہ اللہ پاک کی نعمتوں کی بے قدری نہ کرو جن لوگوں کو کھانا محنت اور مشقت سے ملتا ہے جو دن رات ایک کر کے بڑی مشکل سے ایک وقت کا کھانا حاصل کرتے ہیں اس کی قدر ان سے پوچھو۔

ایک تعارض اور اس کا حل

اگلے باب، باب ماجاء فی اللقمۃ تسقط میں ایک حدیث میں آیا ہے وَاَمَرَنَا اَنْ نَسْلُتَ الصحفۃ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ جب کھانا کھا لینے کے بعد پلیٹ میں جو تھوڑا سا کھانا رہ جائے تو اسے بھی انگلیوں سے صاف کر لیا کرو۔ اب ایک طرف تو بار بار تاکیدات ہیں کہ کھانا کم کھایا کرو تقلیل طعام کی تلقین ہوئی ہے اور یہاں پلیٹ کی صفائی کی تاکید ہے۔

وجہ یہ ہے کہ پلیٹ میں طعام کا بقیہ بھی ایک عظیم نعمت ہے مگر اسے کوئی اور تو کھائے گا نہیں۔

معمولی سی چیز اور پس خوردہ سمجھ کر بے قدری کر کے اسے کوڑے کرکٹ پر پھینک دیا جائے گا۔ لہٰذا اس سے نعمت کی بے قدری ہوگی نعمت کی بے قدری نہ کرو نعمت کے لیے خود کو محتاج سمجھو اور اپنے احتیاج کا اظہار کرو۔ اسی طرح انگلیوں پر جو ذرات لگے ہوئے ہیں ان کی بھی قدر کرو ورنہ وہ دھل کر پاؤں تلے آجائیں گے اور ضائع ہوں گے۔

فَلْيَلْعَقْ ـــ خود چاٹ لے اور بعض روایات میں فَلْيُلْعِقْ، دوسرے کو چٹوائے کے الفاظ نقل ہوئے ہیں گویا ایک العاق ہے اور ایک لعوق ہے۔ امام ترمذی لعوق کو ترجیح دیتے ہیں فلیلعق ہے اس لیے ترجمۃ الباب میں ماجاء فی لعق الاصابع کا عنوان قائم فرمایا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں صحابہ کرامؓ کے سامنے کیں کہ ان کو چاٹ لو، وہ تو بہرحال حضورؐ ہی کی انگلیاں تھیں، صحابہ کرامؓ تو آپؐ کے وضو کے پانی کو بھی متبرک سمجھتے تھے ـــ ہوسکتا ہے کسی موقعہ پر صحابہ کرامؓ نے اس تمنا کا اظہار کیا ہو گا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طعام کا بقیہ اور آپؐ کی مبارک انگلیوں سے ملموس کھانے کا تبرک ہم حاصل کر لیں آپؐ نے ان کو اپنی انگلیاں چاٹنے کی اجازت دے دی ہوگی، اب ہر شخص کا مقام، نبی کا مقام تو نہیں ہوسکتا اور نہ ہر کس وناکس سے لوگوں کی وہ عقیدت ومحبت اور وارفتگی و اہلیت ہوسکتی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تھی۔ لہٰذا جن روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیاں چٹوانے ذکر ہوا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ خاص ہے ـــ خلاصہ یہ کہ یہاں فلیلعق ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اپنی انگلیاں چاٹ لیا کرو اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں۔

اصابعہ بہرحال جب کھانا کھائے تو ہاتھ دھونے سے قبل انگلیاں چاٹ لیا کریں یہ عمل مستحب ہے شمائل ترمذی میں روایت ہے ان النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کان یَلْعَقُ اصابعہ ثلثاً" اس لیے بعض شارحین حدیث اور ائمہ متبوعین نے کہا ہے کہ تین مرتبہ انگلیوں کا چاٹنا مستحب ہے تاہم حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں بھی ثلث مرات (تین مرتبہ) مراد نہیں بلکہ تین انگلیاں چاٹنا مراد ہے، جیسا کہ اس مضمون کی ایک روایت شمائل میں حضرت انسؓ سے مروی ہے ـــ

قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اکل طعاماً لعق اصابعہ الثلث۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے۔

کھانے میں تین انگلیوں کے استعمال کی تعلیم و حکمت

ان احادیث کے پیش نظر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تفریح کی ہے کہ تین انگلیوں سے کھانا مستحب ہے لہٰذا چوتھی اور پانچویں انگلیاں استعمال نہ کی جائیں البتہ عذر، بیماری اور ضرورت کی صورت میں اُن کے استعمال میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا معمول بھی تین ہی انگلیوں سے کھانا کھانے کا تھا اس میں حکمت و مصلحت اور فلسفہ ظاہر ہے کہ لقمہ چھوٹا ہوگا، کھانے کی مقدار قلیل ہوگی، بلا عذر پانچوں انگلیوں کا استعمال حرص وطمع کی علامت ہے اور بعض اوقات طبی نقطہ نظر سے نقصان بھی ہوتا ہے کہ بڑا لقمہ معدہ کے منہ (فم معدہ) پر بوجھ بن جاتا ہے اور بے تحاشا کھانے اور بڑے لقمے بنانے سے حلق میں اٹک جانے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔

انگلیاں چاٹنے کی ترتیبِ مسنون

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے انگلیاں چاٹنے کے معمول میں بھی حُسنِ ترتیب بھی حکمت و مصلحت کے بے شمار فائدوں پر مشتمل تھی، کھانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم وسطیٰ مسبحہ اور ابہام کو استعمال کرتے تھے، یہی تین انگلیاں تھیں جن سے کھانا تناول فرمانے کا معمول تھا۔ اسی طرح بعض روایات کی تصریح کے مطابق پہلے آپ وسطیٰ کو چاٹتے تھے پھر مسبحہ کو اور اس کے بعد ابہام کو، اس ترتیب میں ایک حکمت تو یہ تھی کہ وسطیٰ (درمیان کی انگلی) لمبی ہونے کی وجہ سے زیادہ ملوث ہوتی ہے۔ لہٰذا اس سے آغاز کرنا زیادہ مناسب ہے دوسرا یہ کہ چاٹنے کا دور اس طرح دائیں کو چلتا ہے کیونکہ مسبحہ (شہادت کی انگلی)، وسطیٰ (درمیان کی انگلی) کے دائیں جانب واقع ہوگی اور آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عام معمولات میں تیامن پسند تھا یہاں بھی تیامن کی صورت کو ترجیح دی گئی۔

انگلیاں چاٹنے کی حکمت

فانہ لا یدری فی ایتھن البرکہ کھانے والے کو اس کا علم نہیں ہے کہ طعام کے کون سے اجزاء میں برکت ہے یہ انگلیاں چاٹنے کی حکمت بیان کردی اطعمہ اور کھانوں کے بھی مختلف اقسام ہیں اور کھانے کی ہر قسم ایک مستقل نعمت ہے پھر اُن میں سے بھی بعض اجزاء خاص الخاص نعمت ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ وہ طعام کا کون سا حصہ اور کون سے اجزاء ہیں جو عنداللہ اس کی خاص الخاص نعمت قرار پاتے ہے۔ اوقات میں بھی یہی صورت حال ہے تمام سال میں رمضان کو خاص فضیلت ہے تمام ایام میں یوم الجمعہ

لو پھر جمعہ میں ایک ساعتِ مبارک کو خصوصی اہمیت اور فضیلت وشرف حاصل ہے اور وہ ساعتِ مبارک پوشیدہ ہے ہمیں اس ساعت مبارک کے تتبع اور تلاش کا حکم ہے۔

صلواۃ الوسطیٰ کے تعیین میں بھی اختلاف ہے گویا اسے بھی مخفی رکھا گیا ہے۔ اسی طرح تمام قرآن مجید برکات ہی برکات ہیں ہر ہر لفظ اور ہر ہر حرف، برکت ہے باعث اجر وثواب مگر اسم اعظم علی التعیین کسی کو بھی معلوم نہیں، لیلۃ القدر کی بھی یہی صورت حال ہے۔

بہر حال طعام سارے کا سارا برکت ہی برکت ہے، برکت کا معنی زیادہ، ثبوت خیر اور دنیا و آخرت کا انتفاع ہے، مگر خاص الخاص برکت ونعمت خدا جانے کون سے اجزاء میں ہے وہ مستور ہے اور اسی کی وجہ سے تمام طعام پر برکت حاوی ہوتی ہے کھانا خیر وبرکت اور تقویت بدن اور تغذیہ کا سبب بن جاتا ہے جس سے بدن کو سلامتی اور تکالیف سے حفاظت حاصل ہوتی ہے وہ تحصیل علم، تحصیل عبادت اور تقویٰ واطاعت کا سبب بنتا ہے، جب وہ برکت نہ ہو تو سارا کھانا بے برکت ہو جاتا ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ جو طعام انسان کے سامنے رکھا گیا ہے اس میں برکت تو ہے ہی لیکن یہ معلوم نہیں کہ برکت کس حصہ میں ہے جو کھایا گیا ہے یا ان اجزاء میں ہے جو انگلیوں پر لگے ہوئے ہیں یا وہ حصہ برکت والا ہے جو پلیٹ میں رہ گیا ہے یا اس لقمہ میں برکت ہے جو نیچے گر گیا ہے اس لیے حصول برکت کے لیے ان تمام اجزاء کو سمیٹنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

رسالتِ محمدی کی عظمت

اس جاہلی عصر کا المیہ ـــــ جس کے انحطاط و زوال پر مورخین کا اتفاق ہے ـــــ کفر و فجور، معاصی اور گناہ، ظلم و سرکشی، انسان کی حیثیتِ عرفی کا ازالہ اور اس کے حقوق کی پامالی، جابر حکومتوں اور ظالم بادشاہوں کا غلبہ نہ تھا،.... اسی طرح یہ المیہ خدا کی عبادت کرنے والے صالح بندوں کی کمی اور ان کی کمزوری بھی نہ تھی، اگرچہ یہ سب چیزیں قابلِ افسوس ہیں، لیکن یہ سب انسانیت کی طویل تاریخ میں بارہا ہو چکا، اور اس کے خلاف دعوت و اصلاح کے مرد میداں، بیدار ضمیر اور قوی عزائم والے افراد اپنے اپنے زمانوں میں کام بھی کرتے رہے ہیں۔

دراصل جاہلیت کا وہ المیہ جس کے نتائج بد سے انسانیت کو نجات دینے، اور انسان کی حیثیت عرفی بحال کرنے کے لیے بعثت محمدی ہوئی، وہ المیہ یہ تھا کہ علم صحیح، نیک ارادے اور حق کے لیے سینہ سپر ہونے والی اور باطل سے پنجہ آزمائی کرنے والی جماعت اس وقت کی وسیع دنیا میں کہیں پائی نہیں جاتی تھی یہ المیہ اس حقانی گروہ کی نایابی کا تھا، جو شر کی طاقتوں سے نبرد آزما ہو کر خیر کی بنیادوں پر ایک عالم نو کی تعمیر کر سکے۔

علم صحیح کا فقدان

عصر جاہلیت میں وہ علم صحیح گم ہو گیا تھا، جس کے ذریعے انسان اپنے رب کو اچھی طرح پہچانتا اور اس تک پہنچتا ہے، اور جس کے ذریعہ صحیح، خالص، اور پسندیدہ عبادت کر سکتا ہے، ایسے زمانے میں اگر صحیح اور قوی ارادہ اور طلب صادق کسی شخص میں پائے بھی جائیں، تو اس کے لیے ماحول کی خرابی کے سبب کچھ زیادہ مفید نہیں ہو سکتے ایسے زمانے میں جو علم بھی پایا جاتا ہے، وہ جہالت و خرافات کی آمیزش لیے ہوئے اور اپنی اصل سے ہٹا ہوتا ہے، اس میں صحت کم غلطی زیادہ، نفع تھوڑا اور نقصان بہت ہوتا ہے۔

قوی ارادۂ خیر کی کمی

اور اگر یہ علم صحیح اپنی کمیابی کے باوجود کسی عالم کے سینے یا کسی حکیم کے سفینے میں یا قدیم زمانے میں نازل شدہ کسی علم کی باقیات کے طور پر کہیں پایا بھی جاتا ہے تو اپنے حق میں وہ ارادۂ خیر نہیں پاتا جو اسے اس کی جگہ سے چن لے اور اسے متاع جان بنائے اور اس کے

ذریعہ اپنی نفسانی خواہشات اور معاشرے کا مقابلہ کر سکے۔

چنانچہ اس عہد میں خدا طلبی اور تلاشِ حق کا جذبہ مفقود ہو گیا تھا، قوتیں، اور عزیمتیں اس کی طلب کے سلسلے میں درماندہ ہو چکی تھیں، وہ طلب معاش، ہوس رانی، نفس کے مطالبات کی تکمیل، بادشاہوں کی اندھی اطاعت، اور ان کے لیے جاں سپاری میں لگ گئی تھیں، محبت کے شعلے بجھ چکے تھے، دلوں کی انگیٹھیاں سرد پڑ گئی تھیں، اور ان پر حُبّ دنیا کی برف جم گئی تھی۔ دین کے مظاہر و آثار میں سے صرف خرافاتی بت پرستی، اور سطحی قسم کے رسم و رواج باقی رہ گئے تھے۔

حق کی حامی و ناصر جماعت کا فقدان

اگر بفرض محال ایسے ماحول میں کہیں علم صحیح اور ارادۂ خیر کا وجود بھی تھا تو کوئی ایسی پشت پناہ جماعت اور طاقت نہ تھی جس کا وہ سہارا لیتے اور کمزور پڑنے پر اس سے طاقت حاصل کرتے، چنانچہ یہ دونوں چیزیں انفرادی کوششوں اور شخصی اصلاحات ہی میں ضائع ہو گئیں، اور یہ افراد —— جو کلیساؤں، مندروں یا غاروں اور پہاڑ کی چوٹیوں میں گوشہ گیر تھے —— ایسے چراغ کی مانند تھے، جس کا فتیلہ جل چکا، جس کا تیل ختم ہو چکا، اور اس کا نور ہلکا پڑ چکا ہو، ان کی مثال ایسے جگنوؤں کی تھی، جو سرما کی بارش زدہ اور تاریک راتوں میں اِدھر اُدھر اڑتے اور چمکتے ہیں، لیکن ان سے نہ کوئی بھولا بھٹکا مسافر راستہ پا سکتا ہے اور نہ کوئی سردی سے کپکپایا ہوا غریب گرمی پا سکتا ہے۔

ایک آفتاب تازہ کی ضرورت

وہ علم صحیح جو لوگوں کو اس کائنات کے خالق و مالک کی ذات و صفات و برگزیدہ ناموں کی صحیح پہچان عطا کرے، انہیں اس سے ایک مضبوط اور نئے رشتے میں جوڑ دے، عقلوں اور دماغوں کو نئے ایمان و یقین سے بھر دے دلوں کو محبت سے پُر کر دے، غلو کرنے والوں کی تحریف، اور باطل پسندوں کے غلط الحاق و انتساب کو دور کر کے لوگوں کو اندھیرے سے اُجالے اور شک سے یقین تک پہنچا دے، وہ علم صرف نبوت محمدی کی شکل میں دنیا کو ملا، وہی ان اوہام و خیالات اور مغالطوں کا پردہ چاک کر سکتا تھا، جن میں دنیا کی بت پرست اور خدا ناآشنا قومیں عرصہ سے مبتلا تھیں، وہی یہود و نصاریٰ، اور اہل کتاب کا صحیح احتساب کر سکتا تھا۔ اور ان میں اگر خوف خدا اور انصاف ہوتا تو وہ اعتراف کرتے کہ ستارے ماند پڑ چکے، بطن گیتی سے آفتاب تازہ پیدا ہو چکا ہے، اور صبح کی روشنی چراغوں سے بے نیاز کر چکی ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُطَهَّرَةً ۝ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝

اہل کتاب میں سے کافر لوگ اور مشرکین چھوڑنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل یعنی اللہ کی طرف سے رسول نہ آجاتا جو پاکیزہ اوراق کی تلاوت کرتا جن میں قیمتی کتابیں ہیں

فلسفہ اور شرک کی، ایمان کو کمزور اور انسان کو گمراہ کرنے کے لیے سازش

ارادۂ خیر ہمیشہ علم صحیح اور ایمان قوی کے تابع ہوتا ہے، جب انسان چند حقائق پر ایمان لاتا اور منافع اور مضرتوں کو سمجھتا ہے، اور اس میں امید و بیم، خوف و طمع کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، تو اس کے ارادے بھی اس کا ساتھ دیتے اور اس کے اعضا بھی مدد کرتے ہیں، لیکن عصر جاہلی میں ایمان قوی مفقود ہو گیا اور انسان خدا کے اور جنت و دوزخ کے وجود اور آخرت اور اپنے اعمال کی جواب دہی کے عقیدہ سے محروم ہو گیا تھا، فلسفہ و شرک نے بھی اس ایمان اور خدا و بندہ کے باہمی ربط کو کمزور کرنے میں خاصا حصہ لیا، فلسفہ نے صفات کی نفی میں غلو سے کام لیا، اور شرک نے ان صفات میں مخلوق کو شامل کر دیا، اس طرح دونوں نے عبد و معبود کے روابط کو نقصان پہنچایا، چنانچہ جس شخص کا تعلق فلسفہ سے ہوا، اسے صفاتِ قدرت و حکمت اور رحمت و محبت سے مجرد خدا سے رجوع کرنے اور اس سے ڈرنے یا اس سے پر امید ہونے کی کوئی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی اور جو شرک میں مبتلا ہوا وہ مخلوقات ہی سے التجا و التماس میں مشغول رہا اور اسے آنکھوں سے غائب مگر بندوں کے معاملات میں دخیل، خدا سے التجا کی نہ ضرورت پیش آتی تھی، اور نہ اس کی فرصت ملتی تھی۔

اس طرح دنیا دو کیمپوں میں تقسیم ہو گئی تھی، ایک کیمپ تو اپنے اندر آخرت کے لیے کسی کوشش کا کوئی داعیہ اور جذبہ نہیں پاتا تھا۔ اور دوسرے کیمپ کو رب الارباب سے سوال کی فرصت ہی میسر نہیں ان دونوں نظریات نے جاہلیت کی پوری دنیا اور طویل عہد کو خدا سے کاٹ کر رکھ دیا، اور انسانی دل کے اندر محبت اور خدا طلبی کا شعلۂ فروزاں بجھ کر رہ گیا، اسی طرح انسانی فطرت میں ودیعت کی ہوئی صلاحیتیں اور قوتیں جمود و خمود، شرک و خرافات، نفس اور بادشاہوں کی غلامی، طاغوت اور شیطان کے فریب کا شکار ہو گئیں اور مشرق سے لے کر مغرب تک کی تمام انسانی دنیا ان اصنام اور معبودوں کی عبادت میں مبتلا تھی جنہیں اس کے تخیل نے جنم دیا تھا، یا جو موروثی طور پر رسم و رواج کا جزین چکے تھے، یا ان مقاصد، نصب العین اور اقدار حیات کی ماتحت ہو کر رہ گئی تھی، جنہیں اس نے خود ہی گڑھا اور اپنے لیے لازم کر لیا تھا اور ان سب پر حضرت ابراہیمؑ کا یہ قول صادق آگیا تھا۔

أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ۔ کیا تم انکی عبادت کرتے ہو جنہیں تم اپنے ہی ہاتھوں سے گڑھتے ہو!

جاہلی ماحول میں تبدیلی، نبی کی لائی ہوئی عالمگیر دعوتِ ایمانی ہی سے ممکن ہے:

قوت قدسیہ کے مؤید من اللہ انسان کے سوا کسی کے لیے صدیوں سے گم شدہ ایمان کو دلوں میں پھر سے تازہ کرنا اور ایک نئی لگن اور عشق پیدا کر دینا ممکن نہ تھا، اور نہ یہی ممکن تھا کہ اس کے قوی ارادوں کو پر فریب اور لذیذ دنیوی زندگی کی طلب اور نفس کے عزیز و لذیذ تقاضوں کی تکمیل سے باز رکھا جا سکے، اور انہیں عظیم الشانؑ بادشاہوں کی خوشامد سے ہٹا کر ان دیکھے خدا کی طلب پر مائل اور اسے خدا کی مرضی پر راضی، اور اس کے راستہ میں جان و مال اور عزیز شے کی، ثوابِ آخرت کی امید پر قربانی کرنے پر آمادہ کیا جا سکے۔

اس اہم کام بلکہ کارنامے کے لیے تو اس آہنی ارادے کی ضرورت ہوتی ہے، جسے سر بفلک پہاڑ بھی نہ ہلا سکیں، اور جنہیں جن و انس کی مجموعی مخالفت بھی نہ کمزور کر سکے، اسی حقیقت کی ترجمانی زبان نبوت سے نکلے ہوئے اس فقرہ نے کی تھی۔

لو وضعت الشمس فی یمینی والقمر فی یساری ما ترکت ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ او اھلک فی طلبہ [1]۔

اگر قریش میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں میں چاند بھی رکھدیں تو میں تبلیغ کے اس کام کو ترک نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غالب کر دے یا میں اس کی طلب میں ہلاک ہو جاؤں۔

اس کام کے لیے اس قوی ایمان کی ضرورت تھی جو اگر تمام دنیا اور دنیا والوں پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کے لیے کافی ہو جائے اور سب کے شک کو یقین، اور ضعف کو قوت سے بدل دے، وہ ایمان صاحب ایمان کی زبان سے اس وقت بھی بولتا ہے، جب زبانیں گنگ ہو جاتی اور نگاہیں چوندھیا جاتی ہیں چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ غار کے دہانے پر جاتی دشمن کھڑے ہیں۔ مگر نبیؐ اپنے ساتھی کو تسلی دے رہا ہے

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا [2] غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

نبیؐ کی نگاہیں بعدِ مکانی و زمانی اور مختلف پردوں کے حائل ہونے کے باوجود عرب کے ایک فقیر بدوی سراقہ کے ہاتھوں میں شہنشاہِ ایران، کسریٰ کے کنگن اور بھوک کی شدت اور محاصرے کی طوالت کے باوجود خندق کے ایک پتھر کی چنگاری میں قیصر روم کا سفید محل دیکھ لیتی ہیں سفر ہجرت کے موقع

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا ایک ٹکڑا، تفصیل کیلئے ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ ۳/۴۲ دیکھی جائے [2] توبہ ۴۰

پر سراقہ بن جعشم جب تعاقب کرتا ہوا پہنچا اور اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اس نے اپنی گستاخی کی معافی چاہی تو آپ نے فرمایا سراقہ وہ کیا وقت ہوگا، جب شاہ ایران کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھ میں ہوں گے، مدائن فتح ہونے پر کسریٰ کے جب طلائی کنگن مالِ غنیمت میں آئے تو حضرت عمرؓ نے سراقہ کو پہنایا اور ناقابل قیاس پیشینگوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اسی طرح غزوۂ خندق میں جب آپ نے ایک پتھر پر کدال ماری اس سے ایک شعلہ سا نکلا تو آپ نے فرمایا کہ اس روشنی میں میں نے قیصر کا سفید محل دیکھا نبوت کی یہ دور بینی بھی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اور مسلمان قیصر کے محل پر قابض ہوئے [1]

عالمگیر جاہلیت کا خاتمہ اور اس کی جگہ زندگی و یقین، اور دینی جوش کا اعادہ ایسے ہی طاقتور اور پیغمبرانہ ایمان کے ذریعہ ممکن ہوتا ہے، اور انسان کے حق میں خدا کی رحمت کے تحت ظہور میں آتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ [2]

وہ ذات جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات سناتا ان کی سیرت کو سدھارتا، اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ [3]

وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے وہ تمام دینوں پر غالب کردے خواہ اسے مشرکین کتنا ہی ناپسند کریں۔

دائمی اصلاح و جدوجہد والی قوم کی ضرورت

جاہلیت کا یہ فساد چند مصلح افراد یا کسی مضبوط جماعت، یا کسی بڑے ادارے کے بس سے باہر تھا اس لیے کہ یہ فساد اپنی آخری شکل کو پہنچ گیا اور ناقابل علاج بن چکا تھا، اس کے لیے ایک مستقل امت کی ضرورت تھی، جو اس کے لیے متحرہ اور مسلسل جدوجہد کرتی رہے، اور خدا کی زمین میں پھیل کر باطل جہاں بھی ہو اس کا مقابلہ کرے، شر کی طاقت جہاں بھی ہو اسے اکھاڑ پھینکے اور خدا کی سرزمین کو عدل و

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتب حدیث و سیرت۔

[2] الجمعہ ۲۔ [3] الصف ۳۔

انصاف سے بھر دے جیسے کہ وہ ظلم و جور سے بھری جا چکی تھی، اس طرح دنیا کو ایک پیغمبر اولوالعزم کی ضرورت تھی، جس کی امت ایک عظیم امت ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ؕ[1]

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے برپا کی گئی ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

صاحبو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ٹھیک اس وقت ہوئی، جب انسانیت اس کے لیے اسی طرح چشم براہ اور گوش بر آواز تھی، جیسے گرمی سے جلسی ہوئی فضا اور تپتی ہوئی زمین موسم کی پہلی بارش کے لیے ہوتی ہے۔

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[2]

اور تم زمین کو مرجھائی ہوئی دیکھتے ہو اور جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو لہلہا اٹھتی، نمو پذیر ہونے اور ہر قسم کے دلفریب پھل پھول اگانے لگتی ہے، یہ ثبوت ہے کہ اللہ ہی معبود برحق ہے اور وہی مردے کو جلاتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بعثت محمدیؐ کی انقلابی تاثیر

دریکا یک اس مردہ انسانی جسم میں — جسے نسل انسانی کہا جاتا ہے — روح حیات دوڑنے لگتی ہے اور اچانک یہ مردہ انگڑائی لینے لگتا ہے، جو سڑنے گلنے کے قریب ہو گیا تھا، اس حقیقت کو مورخین اپنی محدود زبان میں ایوانِ کسریٰ کے لرزنے اور آتش فارس کے بجھنے سے تعبیر کرتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ پختہ اور مضبوط عمارتیں اور فلک بوس محلات زمین کے زلزلے کی ایک حرکت سے خزاں زدہ پتوں کی طرح زمین پر آرہتے ہیں۔ تو قیصر و کسریٰ کے نظام اور فراعنۂ عصر کے کارنامے نبیٔ اعظم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی بعثت اور دنیا میں صبح سعادت کے طلوع سے کیوں زوال پذیر نہیں ہو سکتے[3]

---

[1] آل عمران ۱۱۰ [2] الحج ۵، ۶

[3] معقل الانسانیۃ از مؤلف ص ۲، ۳

ایک نئی دنیا کا ظہور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت صرف ایک نبی کی یا صرف ایک امت کی یا ایک عصر ہی کی پیدائش نہیں بلکہ ایک نئی دنیا کی پیدائش تھی، جو آپ کی بدولتِ ظہور میں آئی اور آپؐ کی یہ دنیا تا قیامِ قیامت باقی رہے گی، جب میراث عالم کا آخری وارث خدائے تعالیٰ ہوگا۔

آپؐ کی بعثتِ مبارکہ کے آثار اس دنیا کے چپے چپے پر موجود اور اس کے ذرّے ذرّے میں سرایت کیے ہوتے ہیں، اور دنیا اپنے عقیدے، اندازِ فکر، تہذیب و تمدن، اخلاق و معاشرت اور علم و ثقافت کے سلسلے میں بعثت محمدی سے متاثر ہی نہیں بلکہ اس کے اثرات اس میں اس طرح پیوست ہو چکے ہیں کہ کسی طرح اس کا ان سے جدا ہونا ممکن نہیں، اور اگر وہ اس سے الگ کر دیتے جائیں تو وہ اپنے بہترین سرمائے اور اثاثہ سے محروم ہو جائے گی، دنیا دراصل اپنی زندگی کے لیے بھی بعثتِ محمدیؐ کی ممنون ہے اس لیے کہ اسی نے اسے زندگی کا استحقاق بخشا اور اس کی عمر میں اضافہ کر دیا، اور خیر کو شر پر غالب کر کے خدائی غضب کی مار اور اللہ کی لعنت اور بدبختی سے اسے بچا لیا جس کی وہ مستحق ہو چکی تھی، دنیا بعثتِ محمدیؐ سے پہلے اس کی بالکل سزاوار تھی کہ اس کی بساط الٹ دی جائے اور اس کی بنیاد کھود ڈالی جائے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ [1]

لوگوں کے کرتوتوں کے سبب خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا تاکہ وہ انہیں ان کے کیے کا کچھ مزہ چکھائے شاید وہ اپنے کیے سے باز آئیں۔

حدیث شریف میں اس سلسلے میں آیا ہے۔

إن الله نظر إلى أهل الأرض فمقتهم عربهم وعجمهم إلا بقايا من أهل الكتاب

اللہ نے اہلِ زمین کی طرف نظر کی اور عرب و عجم دونوں کو ناپسند کیا سوا تھوڑے سے اہلِ کتاب کے۔

عصرِ جاہلی کی تصویر خدا نے جو خبیر و علیم بھی تھا، زمین پر کیا دیکھا؟ اس نے یا تو کسی کو بت کے آگے سجدہ ریز دیکھا یا کسی کو پیٹ کا پجاری یا کسی کو سلطان اور شیطان

---

[1] سورۃ الروم ۴۱

کا بندہ پایا، جہاں تک دینِ خالص، طلبِ صادق، علم صحیح اور عملِ صالح، اللہ سے رجوع، آخرت کی سعی، کا سوال تھا تو یہ چیزیں نایاب اور کیمیا کی طرح عزیز الوجود ہوگئی تھیں، حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "حجۃ اللہ البالغۃ" میں اس دورِ جاہلیت کی جو تصویر پیش کی ہے، میں نے اس سے بہتر تصویر کسی مصنف کے قلم سے نہیں دیکھی، فرماتے ہیں۔

"صدیوں سے آزادانہ حکومت کرتے کرتے، اور دنیا کی لذتوں میں منہمک رہنے، آخرت کو یکسر بھول جانے، اور شیطان کے پورے اثر میں آجانے کی وجہ سے ایرانیوں اور رومیوں نے زندگی کی آسانیوں اور سامان آرائش میں بڑی موشگافی اور نازک خیال پیدا کر لیا تھا اور اس میں بس ہر قسم کی ترقی اور نفاست میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور فخر کرنے کی کوشش کرتے تھے، دنیا کے مختلف گوشوں سے ان مرکزوں میں بڑے بڑے اہل ہنر اور اہل کمال جمع ہوگئے تھے، جو اس سامان آرائش اور راحت میں نزاکتیں پیدا کرتے تھے اور نئی نئی تراش خراش نکالتے تھے ان پر عمل فوراً شروع ہو جاتا تھا اور اس میں برابر اضافے اور جدتیں ہوتی رہتی تھیں اور ان باتوں پر فخر کیا جاتا تھا، زندگی کا معیار اتنا بلند ہو گیا تھا کہ امرا میں سے کسی کا ایک لاکھ درہم سے کم کا پٹکا باندھنا اور تاج پہننا سخت معیوب تھا، اگر کسی کے پاس عالی شان محل، فوارہ، حمام، باغات خوش خوراک اور تیار جانور، خوش رو جوان اور غلام نہ ہوتے، کھانے میں تکلفات اور لباس و پوشاک میں تجمل نہ ہوتا، تو ہم چشموں میں اس کی کوئی عزت نہ ہوتی، اس کی تفصیل بہت طویل ہے، اپنے ملک کے بادشاہوں کا جو حال دیکھتے اور جانتے ہو، اس سے قیاس کر سکتے ہو[1]، یہ تمام تکلفات، ان کی زندگی اور معاشرت کا جزء بن گئے تھے، اور ان کے دلوں میں اس طرح رچ بس گئے تھے، کہ کسی طرح نکل نہیں سکتے تھے، اس کی وجہ سے ایک ایسا لاعلاج مرض پیدا ہو گیا تھا، جو ان کی پوری شہری زندگی، اور ان کے پورے نظام تمدن میں سرایت کر گیا تھا، یہ ایک مصیبت عظمیٰ تھی، جس سے عام و خاص اور امیر و غریب میں سے کوئی محفوظ نہیں رہا تھا، ہر شہری پر یہ پُر تکلف اور امیرانہ زندگی ایسی مسلط ہو چکی تھی، جس نے اس کو زندگی سے عاجز کر دیا تھا، اور اس کے سر پر غم و افکار کا ایک پہاڑ ہر وقت رکھا رہتا تھا، بات یہ تھی کہ یہ تکلفات بیش قرار رقمیں صرف کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے تھے، اور یہ رقمیں، اور بے پایاں دولت کا شتکاروں

[1] شاہانِ دہلی، اور مغل بادشاہوں کی طرف اشارہ ہے۔

تاجروں اور دوسرے پیشہ وروں پر محصول اور ٹیکس بڑھانے اور ان پر تنگی کیے بغیر دستیاب نہیں ہو سکتی تھیں، اگر وہ ان مطالبات کے ادا کرنے سے انکار کرتے، تو ان سے جنگ کی جاتی اور ان کو سزائیں دی جاتیں اور اگر وہ تعمیل کرتے تو ان کو گدھے اور بیلوں کی طرح بنا لیتے جن سے آبپاشی اور کاشتکاری میں کام لیا جاتا، اور صرف خدمت کرنے کے لیے ان کو پالا جاتا ہے اور محنت و مشقت سے ان کو کسی وقت چھٹی نہیں ملتی۔ اس پر مشقت اور حیوانی زندگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو کسی وقت سر اٹھانے اور سعادت اخروی کا خیال بھی کرنے کا موقع اور مہلت نہیں ملتی تھی، لبا اوقات پورے پورے ملک میں ایک فرد بشر بھی ایسا نہ ملتا جس کو اپنے دین کی فکر اور اہمیت ہوتی ہو۔" لہ

نیا عالمی رجحان

بعثتِ محمدی نے اس جاہلی ماحول کو یکسر بدل دیا اور متمدن دنیا میں ایمان و خدا طلبی، جہاد و سعیِ آخرت، انسانیت کو اس کے دشمنوں سے بچانے قوموں کو زوال کے بعد عروج اور لوگوں کو لوگوں کی بندگی سے نکال کر خدا کی بندگی میں اور دنیا کی تنگنائے سے آخرت کی وسعتِ بیکراں اور مذاہب کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف لانے کی طاقتیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس مقصدِ عظیم کی طرف اہل عزیمت افراد کی ہمتیں، اصحاب صلاحیت کی صلاحیتیں اذکیاء کی ذہانتیں، ادیبوں کا علم و فضل اور شعراء کے ذوق و وجدان، سورماؤں کی تلواریں اہل علم کے قلم، ممتاز افراد کی عبقریتیں، متوجہ ہوگئیں اور اس دنیا میں جو صرف ایک قسم اور ایک طرز کی نفس کی غلام، شہوت کی اسیر، اور ہوس کی پرستار انسانیت ہی کو جانتی تھی، اب ہر زمانے میں اور ہر جگہ خدا کے مخلص بندے ربانی و حقانی علماء، عادل حکمراں، زاہد بادشاہ، مجاہد مرد اتنی کثرت سے پائے جانے لگے کہ شاید ریت کے ذروں اور صحرا کی کنکریوں سے بھی ان کی تعداد بڑھ گئی، ان پر خدا کو فخر تھا اور تاریخ ان کے احترام پر مجبور اور دشمن بھی ان کے آگے سرنگوں تھے اور بالآخر صحیح اور مفید علم اور صالح اور برگزیدہ عمل، خیر پسندی کا قوی جذبہ اور مومن و مجاہد جماعت کے افراد ہر طرف پھیل گئے، جو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے، اللہ پر ایمان لاتے اور اس کے راستے میں جہاد کرتے اور اس سلسلہ میں کسی ملامت کی پروا نہیں کرتے تھے، اور اس طرح جہاد و اصلاح، دعوت و ارشاد کی ایک مسلسل تاریخ بن گئی جس میں کوئی خلل اور وقفہ نہیں۔

لہ حجۃ اللہ البالغۃ۔ باب اقامۃ الارتفاقات واصلاح الرسوم۔

لا تزال طائفة من اُمتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم حتی یأتی أمر اللہ[1]

میری امت کا ایک طبقہ ہمیشہ حق کے ساتھ غالب رہے گا اور ان کا مخالف انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔

امتِ محمدی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ عظیم ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "الجواب الصحیح" میں بعثت محمدیؐ کے لائے ہوئے انقلابی اثر، اس کی اہمیت اور نتائج کی بڑی اچھی تصویر کشی کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت واخلاق، اقوال وافعال اور ان کی شریعت خدا کی آیات میں سے ہے اور ان کی امت کا علم ودین اور اس امت کے صالحین کی کرامات بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

رسول اکرمؐ، اللہ کے حکم پر پوری طرح قائم رہے، اور اس میں پوری صداقت، عدل اور وفاداری برتتے رہے، کبھی کوئی جھوٹ، کسی پر ظلم، کسی سے بے وفائی ثابت نہیں بلکہ آپؐ لوگوں میں سب سے زیادہ سچے، اعتدال پسند اور وفا شعار تھے، اگرچہ آپؐ جنگ وصلح، امن وخوف، فقر وخوشحالی، قلت وکثرت کامیابی وناکامی کے مختلف حالات سے برابر گزرتے رہے، لیکن ان تمام حالات میں اچھے اور پسندیدہ راستے سے آپؐ کبھی نہیں ہٹے، حتیٰ کہ دعوتِ اسلام عرب کی اس سرزمین میں پھیل گئی جو اس سے پہلے بت پرستی، کواکب پرستی، کفر وشرک، قتل وسفاکی اور قطع رحمی، سے بھری تھی اور جو لوگ آخرت اور معاد کو جانتے تک نہ تھے، اب وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ علم والے، دین والے، انصاف اور فضیلت والے بن گئے، حتیٰ کہ شام کے نصاریٰ بھی ان کو دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ مسیحؑ کے ساتھی اور حواری ان سے بہتر نہ تھے، اور روئے زمین پر آج بھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے علم وعمل کے آثار پھیلے ہوئے ہیں اور اہل فہم دونوں کا فرق کھلے طور پر محسوس کرتے ہیں،" اسی طرح آپؐ کی امت تمام امتوں سے ہر معاملہ میں برتر وبہتر ہے، اگر ان کے علم کا مقابلہ دوسری قوموں کے علم سے اور ان کے دین اور طاعت وعبادت کا دوسروں کے دین، طاعت وعبادت سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ علم وعبادت میں دوسروں سے بہت آگے ہیں اور اگر ان کی شجاعت اور اللہ کے راستے میں جہاد اور اللہ کے لیے مصائب کی برداشت کا جائزہ لیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ وہ اس باب میں بھی سب سے بڑھ کر ہیں اور اگر ان کی سخاوت وفیاضی اور دوسروں کے لیے ایثار وخوش اخلاقی پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ دوسروں

[1] صحیح مسلم ص۱۴۳ ج ۲

(بقیہ ص۶۲ پر)

رُوح افزا

بے شمار خوبیوں اور خواص کا حامل مشروب

مقابلتاً با کفایت بھی

رُوح افزا ہماری تہذیب ہے!

رُوح افزا ہماری ثقافت ہے!

ہمدرد نے اس تہذیب و ثقافت کی عظمت اور حفاظت رُوحِ فکر کے ساتھ کی ہے۔ ہر حال میں بلند معیار کو برقرار رکھا ہے۔ اجزائے خام کی گرانی پاکستان کی ایک اقتصادی و معاشی مجبوری ہے، بہ ایں ہمہ مقابلتاً ہمدرد کا منافع قلیل تر ہے اور یہ قلیل تر اور جائز منافع بھی اَلحمدُلِلّٰہ مدینۃ الحکمت کی صورت میں قوم کو واپس کر رہے ہیں۔ مدینۃ الحکمت آج کی آواز بھی ہے اور کل کی حقیقت بھی، جب دنیا اعتراف کرے گی کہ سرزمینِ پاکستان پر ایک شہرِ علم و حکمت نے وجود حاصل کیا ہے جو ایک علمی و عالمی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جسے اہلِ پاکستان نے بنایا ہے۔

رُوحِ پاکستان ۔ رُوح افزا

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ

Adarts-HRA-3/94

پروفیسر خلیق احمد نظامی

مستشرقین کے افکار و نظریات کے مختلف دور

طریقہ کار کا تجزیہ اور اصلاحِ حال کی راہ

(۲)

طریقہ کار

۱۔ سب سے زیادہ مؤثر حربہ جو ان مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا گیا، وہ اسلام کے علمی ذخیروں پر قبضہ تھا۔ یورپ کے علمی اداروں، قومی میوزیم اور کتب خانوں میں تاریخِ اسلام کے سارے ماخذ جمع کر دیئے گئے، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان اپنی تاریخ کے ماخذ کے لیے مکمل طور پر مستشرقین کے دست نگر ہو گئے۔

۲۔ ایک پُر فریب معروضی نقطۂ نگاہ نے ان کی علمی کاوشوں کی حقیقی نوعیت کو نظروں سے پوشیدہ کر دیا، مثلاً جرجی زیدان نے چار جلدوں میں تمدّنِ عرب کی تاریخ لکھی جس میں بظاہر مسلمانوں کی مدح سرائی کی لیکن درپردہ مسلمانوں پر سخت اور متعصبانہ حملے کیے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کی نظر اس کی فریب کاریوں پر نہیں رہی اور کتاب گھر گھر پھیل گئی۔

۳۔ مستشرقین نے بعض نظریات کو جو بنیادی طور پر غلط اور گمراہ کن تھے، اس خود اعتمادی اور بلند آہنگی کے ساتھ پھیلایا کہ خود مسلمانوں کو ان کی صداقت پر یقین آگیا۔

بر من چنداں گنہ از بد گمانی می کند نسبت   کہ من ہم در گماں افتادہ پندارم گنہگارم

۴۔ مستشرقین کا ایک مخصوص طرزِ استدلال جس کے اثرات تو سب مسلمانانِ عالم محسوس کرتے تھے، لیکن اس کی نفسیاتی مصلحتوں کا احساس بہت کم لوگوں کو تھا، یہ تھا کہ دروغ بیانی اور افتراؤں کے دفتر دل کے دفتر جب کھولے جائیں تو موقع بہ موقع ایسے جملے ضرور کہے جائیں جن سے مسلمان پڑھنے والوں کو طیش آجائے اور وہ سکون کے ساتھ ان کے پیدا کیے ہوئے مفسدوں کا جواب نہ دے سکیں۔ سب سے پہلے مولانا شبلی نے اس طرزِ استدلال کے نفسیاتی پہلو کو طشت از بام کیا اور لکھا۔ "خود مجھ پر بھی یہی اثر پڑا ہے، لیکن میں ان حریفوں کو یہ موقع نہ دوں گا کہ وہ مجھے

طیش و غضب سے فائدہ اٹھایئں ۔ سر سید نے جب میور کی کتاب کو دیکھا تھا تو بقول خود ان کا دل جل کر کباب ہوگیا تھا، لیکن سر سید یا مولانا شبلی کی طرح جذبات پر قابو پاکر مدلل اور سنجیدہ گفتگو کرنا ہر شخص کے لیے ممکن نہ تھا، چنانچہ بعض لوگوں نے طیش میں آکر مستشرقین کو صرف بُرا بھلا کہا اور اصل مفسدہ اپنی جگہ بدستور باقی رہا۔ بعض نے ان کے بیانات کو نا قابلِ اعتناء قرار دے کر خاموشی اختیار کرلی ۔ جن لوگوں نے جواب دینے کی کوشش کی، ان کو "عذر خواہ حمایتی" (APOLOGIST) کہہ کر خود ان کی نظروں میں ان کو گرا دیا گیا مستشرقین کے طریقہ کار کے یہ نہایت مؤثر حربے تھے جو موقع اور مصلحت سے استعمال کیے جاتے تھے۔

۵۔ مستشرقین کا سب سے زیادہ اہم کارنامہ جس کے ذریعہ اگر ایک طرف اسلامی علوم کے متعلق معاصرین کی معلومات میں حیرت انگیز اضافہ ہوا، تو دوسری طرف مسلمانوں کی علمی اور تحقیقی کاوشوں کا دروازہ نہ صرف بند ہوگیا ہے، بلکہ صدہا ایسی غلط فہمیاں عام ہوگئیں جن کا دور کرنا آسان کام نہیں رہا۔ وہ ENCYCLOP-AEDIA OF ISLAM، DICTIONARY OF ISLAM BIBLIPTHEQUE ORIENTALE MUSLIM THEORIES OF FINANCE جیسی کتابوں کی اشاعت ہے، ان کتابوں کی ترتیب اور تیاری میں جو علمی کاوشیں کی گئی ہیں، وہ اپنی جگہ مسلم ہیں ۔ اور کوئی دیانت دار مصنف ان کی اہمیت سے کبھی انکار نہیں کر سکے گا، لیکن ان میں جن نظریات اور افکار کو بین الاقوامی علمیت کا ٹھپہ لگا کر رواج دے دیا گیا ہے، ان کی تردید و اصلاح کے لیے بڑا علمی تبحر اور اس سے زیادہ محنت و جانفشانی درکار ہے ۔ نتیجہ ظاہر ہے، اسلام کے فقہی، تمدنی، سیاسی تمام مسائل پر ان تصانیف کو حرفِ آخر کا درجہ دے دیا گیا ہے ۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اس صورت حال کے خلاف آواز اٹھائی اور "انڈین ہسٹری کانگریس" کے اجلاس منعقدہ مدراس (۱۹۴۴ء) میں کہا ۔

> یہ دیکھ کر تعجب اور افسوس ہوتا ہے کہ بعض تاریخی تحقیقات میں اسلامی شریعت کی وضاحت "انسائیکلو پیڈیا آف اسلام" کی مدد سے کی جاتی ہے ۔ اسلامی فقہ کے نکتے "میکڈانلڈ" کی کتاب کے ذریعہ بتائے جاتے ہیں۔ اسلامی مسائل کا حل ریورنڈ ہیوز کی "ڈکشنری آف اسلام" سے پیش کیا جاتا ہے، مسلمانوں کی حکومت، بادشاہی اور مالیات کے نظریے آرنلڈ اگنا ڈیز کی عینک سے دیکھے جاتے ہیں۔ ہم تحقیق کے نام سے اپنے پیشروؤں کی غلطی کی غلط پیروی میں مصروف ہیں ۔

۶۔ مشرقی علوم بالخصوص اسلام کے مطالعہ کے لیے یورپ کی یونیورسٹیوں میں جو شعبے قائم کیے گئے ۔ وہاں مسلمان طلبہ کثیر تعداد میں استفادہ کے لیے جمع ہوئے ۔ یہ طلبہ بعد میں اپنے ملکوں کے اداروں کے سربراہ بنے، مستشرقین کی مقبولیت بڑھانے میں ان طلبہ کا خاص حصہ تھا، ان پر مغربی استادوں کی تعلیم کا ایسا جادو تھا کہ

"آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم" کی کیفیت ان پر طاری رہتی تھی، اور جن خیالات کی اشاعت خود مستشرقین کے لیے شاید ممکن نہ ہوتی، وہ ان طلبہ کے ذریعہ بہت آسان بلکہ مؤثر ہوگئی۔ اگر انیسویں اور بیسویں صدی کے اوائل کے اسلامی ملکوں کے علمی اداروں اور ان پر مستشرقین کے اثرات کا جائزہ لیا جائے، تو اندازہ ہوگا کہ ان شاگردوں کے ذریعے سے مستشرقین کس طرح اسلامی دنیا کے پورے علمی افق پر چھا گئے تھے۔

۷۔ ان شاگردوں کی فکر کو مسلسل اپنے نظریات اور تحقیقات کے حصار میں رکھنے کا کام ان استادوں نے انجمنوں، کانفرنسوں اور رسالوں سے لیا۔ ۱۷۸۴ء میں سب سے پہلی "ایشیاٹک سوسائٹی" قائم ہوئی۔ ۱۷۸۴ء میں سر ولیم جونس نے "ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال" قائم کی۔ ۱۸۲۱ء میں "پیرس ایشیاٹک سوسائٹی" وجود میں آئی۔ ۱۸۲۳ء میں "رائل ایشیاٹک" اور ۱۸۴۲ء میں "امریکن اورینٹل سوسائٹی" کی بنیاد رکھی گئی۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کی فکر میں کوئی خلا ایسا نہ رہنے دیا جائے، جس کو وہ اپنے ہی تحقیقی کام سے پُر کریں۔

پھر بعض کانفرنسیں ترتیب دی گئیں جن کے مقاصد بظاہر علمی تھے، لیکن جن کے ذریعہ مختلف ملکوں کی "وزارتِ خارجہ" کی پالیسیاں بروئے کار لائی جاتی تھیں۔ بے شمار جریدوں کی اشاعت نے مستشرقین کا رابطہ پوری علمی دنیا سے قائم رکھا۔ نا انصافی ہوگی، اگر اس سلسلہ میں مستشرقین کی کوششوں کو خراجِ تحسین نہ پیش کیا جائے، لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ ان تمام کوششوں کی باگ ڈور "دفاترِ خارجہ" کے ہاتھوں میں تھی، اور ان سے بہت سے دوسرے مقاصد بھی حاصل کیے جاتے تھے۔ مولانا شبلی نے مارگولیتھ کے ذکر میں بڑی صحیح بات لکھی ہے کہ "تعصب کی ایک چنگاری سیکڑوں خرمن معلومات کو جلانے کے لیے کافی ہے۔"

مستشرقین اپنے علم کے سہارے اسلامی تہذیب کی روح تک پہنچنے میں تو شاذ و نادر ہی کامیاب ہوئے۔ لیکن ان کی متعصبانہ تیز نگاہی نے اس روح کو مجروح کرنے کا سامان ضرور مہیا کر دیا۔

ہندوستان میں ردِ عمل

ہندوستان میں مستشرقین کے طریقہ کار اور اندازِ فکر کے خلاف علی گڑھ، دیوبند، ندوۃ العلماء تینوں نے اپنے اپنے مخصوص انداز میں آواز اٹھائی۔ عجیب اتفاق تھا کہ سب سے پہلا ٹکراؤ اس شخص سے ہوا جو ہندوستان میں مغربی علوم کا سب سے بڑا داعی تھا۔ جب ولیم میور کی کتاب سیرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر شائع ہوئی، تو اس کی مفسدہ پردازی اور دروغ گوئی پر سر سید تڑپ اٹھے۔ ان کا ردِ عمل ہندوستان کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے لندن میں "خطباتِ احمدیہ" تیار کیے اور میور کے ایک ایک اعتراض کا نہایت دندان شکن جواب دیا۔ سر سید کا آخری مضمون جو انہوں نے وفات سے چند دن قبل لکھا تھا، ازواج مطہرات سے متعلق تھا جس میں مستشرقین کے مفسدانہ خیالات کی قلعی کھولی گئی ہے۔

مولانا عبدالحلیم شرر کا بیان ہے کہ سرسید کے پاس ایسے مسلمان طلبہ کے خطوط تھے، جنہوں نے لکھا تھا کہ اگر یہ خطبات ان کو نہ ملتے، تو وہ مذہب اسلام چھوڑ بیٹھتے۔ سرسید ان خطوط کو اپنے لیے سرمایۂ آخرت سمجھتے تھے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سرسید یورپ کی تقلید میں پیش پیش تھے، لیکن انہوں نے مستشرقین کے خلاف آواز اٹھانے میں بے پناہ عزم، غیر معمولی جرأت اور حیرت انگیز علمی تبحر کا ثبوت دیا اور خود مستشرقین کے وضع کیے ہوئے ہتھیار ان کے خلاف استعمال کیے۔

ہندوستان میں مستشرقین کے پیدا کیے ہوئے اثرات کے خلاف جن علماء نے پیہم جدوجہد کی، ان میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا شبلی، مولانا سید محمد علی مونگیری، ڈاکٹر محمد اقبال اور سید امیر علی کے نام تاریخ میں ہمیشہ یاد رہیں گے۔ ہندوستان میں "مشنری" اور "مستشرقین" کی سازش نے نازک صورتحال پیدا کر دی تھی۔ میور نے خود لکھا ہے کہ اس نے اپنی کتاب پادری فنڈر کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے لکھی تھی مولانا کیرانوی اور مولانا مونگیری نے مشنریوں اور مستشرقین کے اس اتحاد عمل کا مقابلہ کیا اور بڑی ہمت اور استقلال سے بہت سے فتنوں کا سدباب کیا۔ مولانا کیرانوی کی کتابیں — ازالۃ الاوہام، ازالۃ الشکوک، احسن الحدیث اظہار الحق، فرانسیسی، انگریزی، جرمن اور ترکی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ مولانا مونگیری کی کتابوں پیغام محمدی ساطع البرہان، برہان قاطعہ وغیرہ — نے مشنریوں اور مستشرقوں کی سازش کو ناکام بنایا۔

مولانا شبلی مدت العمر مستشرقین کی پیدا کی ہوئی گمراہیوں سے برسر پیکار رہے، قرآن کے عدیم الصحت ہونے کا دعویٰ جب "لندن ٹائمس" میں کیا گیا تو مولانا شبلی نے اس پر پُرزور تنقید کرتے ہوئے کہا۔ "ہم بتا دیں گے کہ قرآن مجید ہزاروں دلائل سے بھی انجیل نہیں بن سکتا۔" اس ایک جملہ میں اس ذہنی کاوش کا پورا پس منظر سمٹ آیا ہے جو مستشرقین کی ان کوششوں کا محرک تھا۔ پادری برو چلی نے تعدد ازدواج پر اعتراض کیے تو مولانا شبلی کا قلم حرکت میں آیا۔ جرجی زیدان کی کتاب تمدن اسلام کی پردہ دری کا کام بھی مولانا شبلی نے انجام دیا۔ آرمینیا کے جھگڑوں میں مستشرقین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اسلام میں عیسائی رعایا کے ساتھ ماضی میں شدید مظالم ہو چکے ہیں اور اسلام میں یہ ظلم جائز بلکہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔ مولانا شبلی نے "حقوق الذمیین" اور "الجزیہ" لکھ کر ان الزام تراشیوں کو بے اثر کر دیا ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قلم اٹھایا تو سب سے پہلے مستشرقین کے پیدا کیے ہوئے اثرات کا جائزہ لیا۔ اسی مقصد کے پیش نظر مولانا سید سلیمان ندوی نے ۱۲-۱۹۱۱ء میں "الندوہ" میں مضامین کا ایک طویل سلسلہ شائع کیا جن میں مستشرقین کے کام کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد اقبال نے انگریز، فرانسیسی اور جرمن مستشرقین کے افکار اور انداز تحقیق کا گہرا مطالعہ کیا۔ انہوں نے مسلم نوجوان سے جس کی آنکھیں مغرب اور مستشرق دونوں سے خیرہ ہو رہی تھیں، خاموشی سے کہا۔

معلوم ہیں مجھ کو ترے احوال کہ میں بھی　　مدت ہوئی گذرا تھا ، اسی راہ گذر سے

اور پھر اس کی خودی اور خود اعتمادی کے گرے ہوئے منارے اور ٹوٹے ہوئے حصار کی تعمیر میں لگ گئے ۔ اقبال نے مستشرقین کی علمی برتری کا طلسم توڑا ، ان کے پُر فریب معروضی نقطۂ نگاہ کو بے نقاب کیا ، مسلمانوں کو خود اعتمادی کا بھولا ہوا سبق پڑھایا اور بتایا کہ جدید سائنس مغربی الاصل نہیں ہے ۔ اس کی ابتداء مسلمانوں سے ہوئی ہے ، یورپ نے اس کو روح انسانی کے کچلنے کے لیے استعمال کیا ، مسلمانوں کو مغربی علوم کے سلسلہ میں "بولہب را حیدرِ کرار کن" پر عمل کرنا چاہیئے ۔ اقبال نے مسلمانوں کی نئی نسل کو اس ذہنی غلامی اور احساس کمتری سے نجات دلائی جو مستشرقین کی پیدا کی ہوئی تھی ، اور جس نے مسلمانوں کی فکر کے سوتے خشک کر دیئے تھے انہوں نے اپنے "خطبات" میں جس طرح مسلمانوں کی مذہبی فکر کی تشکیلِ جدید کا سوال اٹھایا ہے اور جس طرح علومِ مغربی اور مستشرقین کے احساسِ برتری کو بے جان کر دیا ہے ، وہ تاریخ اسلام میں یادگار رہے گا ۔

کام کا اعتراف

مستشرقین کی سرگرمیوں کی یہ رُوداد بیان کرنے کے بعد ضروری ہے کہ "ہر شی نیز بگو" کے تحت ان کی خدمات کا اعتراف بھی کھلے دل سے کیا جائے ۔ علوم اسلامی پر کام کرتے میں انہوں نے جس بے پناہ لگن ، غیر معمولی انہماک اور مسلسل جدوجہد کا ثبوت دیا اور اپنی پوری پوری زندگیاں مختلف اسلامی علوم و فنون کے مطالعہ اور تحقیق میں بسر کر دیں ، اس کو نظر انداز کرنا حق اور دیانت کے خلاف ہوگا ۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے مستشرقین کے احسان کا ذکر کرتے ہوئے ایک بار کہا تھا ۔ تاریخ و ادب کی وہ بے بہا کتابیں جن کے الگ کر دینے کے بعد عربی اور مسلمانوں کا کچکول خالی ہو جاتا ہے ، صرف یورپ کی سرپرستی سے آج دنیا میں نظر آرہی ہیں مولانا شبلی نے طبقات ابن سعد ، مناقبِ عمر بن عبدالعزیز ، تجارت الامم وغیرہ کی اشاعت پر مستشرقین کو مبارک باد دی تھی اور ان کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کیا تھا ۔ تاریخ ، جغرافیہ ، لغت ، طب ، فلسفہ ، ادب پر قدیم مسلمان علماء نے جو بیش بہا علمی کام کیے تھے ، ان کو مستشرقین کے ذوق نے تباہی سے بچایا اور علمی حلقوں تک پہنچایا ۔ نکلسن کے متعلق اربیری (ARBARRY) نے ایک بار بتایا تھا کہ مثنوی کا دن رات مطالعہ کرتے کرتے اس کی بینائی جاتی رہی تھی ، مار گو لیتھ کے متعلق مولانا شبلی نے "سیرت النبی" میں لکھا ہے ۔

> اس نے مسند امام احمد بن حنبل کی چھ ضخیم جلدوں کا ایک ایک حرف پڑھا ہے ، اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں کسی مسلمان کو بھی اس وصف میں ، اس کی ہمسری کا دعوے نہیں ہو سکتا ۔

گولڈ زیہر (GOLD ZIHER) اور ون سنک (WENSINCK) نے احادیث کی ترتیب کی طرف توجہ کی تو حدیث کے سارے ذخیروں کو کھنگال ڈالا ۔ حقیقت یہ ہے کہ نکلسن ، میسی نیون ، اربیری ، گب وغیرہ

کی پُر خلوص علمی کاوشوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مستشرقین کی اس لگن اور انہماک کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی تاریخ اور تمدن کے سارے ماخذان کے قابو میں آگئے۔ D. K. NIEBUHR کا واقعہ اس سلسلہ میں بڑا اسبق آموز ہے اس نے عرب ممالک میں کچھ قدیم کتابت دریافت کیے تو وہاں کا کوئی عالم ان کو نہ سمجھ سکا۔ جب ان کتبات کی نقلیں جرمنی میں RIESKE کو بھیجی گئیں تو بواپسی ڈاک جواب مل گیا۔ علمی اعتبار سے قطع نظر اگر محض جذبہ اور ادراک کی حیثیت سے دیکھا جائے تو اندازہ ہو گا کہ مسلسل اسلام کے مطالعہ نے ان کی زندگی کو کس حد تک متاثر کیا تھا؟ جب "سورہ کہف" پڑھتا تو اس کے چہرے پر عجیب و غریب کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ گوئٹے (GOETHE) قرآن پاک کے متعلق کہا کرتا تھا کہ

جب میں یہ کتاب پڑھتا ہوں تو میری روح میرے جسم میں کانپنے لگتی ہے۔

انامری شمل کی تصوف اسلام میں غیر معمولی دلچسپی جذبات و احساسات کی گہرائی کی غماز ہے۔ ایک بار شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحریر دیکھ کر ان کے چہرے کی جو رنگت ہوئی اور جس طرح برکت کے خیال سے انہوں نے تحریر پر انگلیاں پھیرنی شروع کر دیں، اس سے ان کی قلبی کیفیات کا اندازہ ہوتا تھا۔ بعض اوقات جب مستشرقین کی تنقید میں حد سے زیادہ گرم جوشی دکھائی جاتی ہے، تو بے اختیار خسرو کا یہ شعر زبان پر آجاتا ہے جو انہوں نے اپنے زمانہ کے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

اے کہ طعنہ زبت بہ ہند دبری ہم آموز از وے پرستش گری

راہِ عمل

یہ ساری گفتگو بے معنی رہے گی، اگر اس سوال پر غور نہ کیا جائے کہ آئندہ کے لیے راہِ عمل کیا ہونا چاہیئے؟ محض مستشرقین کی تنقید کو مقصد بنا لینا، یا ان کی علمی بد دیانتیوں پر نوحہ کرتے رہنا تو اے ذہنی کے اضمحلال کی نشانی ہے۔

۱۔ سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ علومِ اسلامی پر تحقیق کے نہایت اعلیٰ مرکز قائم کیے جائیں، اور دنیا کے ہر گوشے سے جدید سائنسی سہولتوں کو کام میں لا کر اسلامی علوم و فنون کے تمام ماخذان مرکزوں میں جمع کر دیئے جائیں۔ اس منصوبہ کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ ہر ملک پہلے خود اپنے علمی سرمایہ کا جائزہ لے اور جس طرح مولانا سید عبدالحئی مرحوم نے "الثقافتہ الاسلامیہ فی الہند" میں ہندوستان کے علمی سرمایہ کا جائزہ لیا ہے، اسی طرح کے کام ہر ملک میں شروع کیے جائیں۔ بروکلمان اور اسٹوری کی کوششیں چراغِ راہ کا کام دے سکتی ہیں۔ لیکن منزل نہیں بن سکتیں۔ ماخذ کے سلسلہ میں یورپ کی محتاجی ختم ہونے کے بعد خود اعتمادی کا جو دور شروع ہو گا، وہ علمی جدوجہد میں نئی توانائی پیدا کر دے گا۔

۲۔ گو یورپ نے اس [illegible] حدیث، فقہ، تاریخ، ادب، جغرافیہ وغیرہ کے لاتعداد ماخذ شائع کیے ہیں۔

لیکن ابھی عربی، فارسی، ترکی زبانوں میں اسلامی تاریخ کے ایسے منابع موجود ہیں، جن کی اشاعت سے تحقیق کی گذرگاہیں روشن ہو سکتی ہیں، اس کام کو بلا تاخیر شروع کر دینا چاہیئے۔

۴۔ اسلامی تاریخ، مذہب اور تمدن کے متعلق ENCYCLOPAEDIAS تیار کی جانی چاہیئں جن کی معلومات معتبر اور نقطۂ نگاہ معروضی ہو، اور جن سے ان تمام غلط نظریات کی اصلاح ہو سکے جو مختلف طریقوں سے پھیلائے گئے ہیں۔

جب ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM کے دوسرے ایڈیشن کا کام شروع ہوا تھا تو کچھ مسلمان فاضلوں نے اس کو یہودی مستشرقین کی منظم سازش سے تعبیر کیا تھا، لیکن وہ کام اپنی تکمیل کو پہنچنے والا ہے، اور مسلمان اپنی کوئی ایسی اسکیم اب تک بروئے کار نہ لا سکے۔ اس سے بھی بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان ممالک اسی "انسائیکلوپیڈیا" کو اپنی اپنی زبانوں میں منتقل کرکے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ انہوں نے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔ حال ہی میں PROF MIRCEE ELIADE کی نگرانی میں ایک بڑا منصوبہ ۱۶ جلدوں میں ENCYCLOPAEDIA OF RELIGION تیار کرنے کا بنایا گیا ہے۔ کیا مسلمانوں کے لیے اس طرح کے منصوبے تیار کرنے اور بروئے کار لانے کا وقت ابھی نہیں آیا؟ ڈاکٹر ذکی ولیدی طوغان نے مستشرقین کے غلط افکار و نظریات کی اصلاح کے لیے ترکوں کی تاریخ اور تمدن پر ایک بسیط کام کا خاکہ تیار کیا تھا، لیکن ڈاکٹر طوغان کی وفات کے بعد معلوم نہیں، اس منصوبے کا کیا حشر ہوا۔ ایران نے ENCYCLOPAEDIA PARSICA کا منصوبہ تیار کیا ہے اور ہر چند کہ احسان یار شاطر کی نگرانی میں یہ کام ہو رہا ہے، لیکن حقیقی باگ ڈور امریکی مستشرقین ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اس جسارت کا مقصد غلط نہ سمجھا جائے تو ان ENCYCLOPAEDIAS سے اپنے ذاتی تعلق اور معلومات کی بنا پر عرض کروں کہ جو عزم، لگن، جذبہ اور عالمانہ تیز نگاہی ان مستشرقین میں نظر آتی ہے، اس کا عشر عشیر بھی مسلمان فاضلوں میں نظر نہیں آتا۔

آج سائنس کے انقلابی انکشافات اور ترقیوں نے زمان و مکان کی پہنائیاں ختم کر دی ہیں۔ اور فکر و نظر کے نئے سانچے وجود میں آ رہے ہیں۔ بعض کام جدید سائنسی نظریات اور تجربات سے باخبر ہوتے بغیر انجام نہیں دیئے جا سکتے، اقبال نے صحیح کہا تھا۔

> اسلامی ثقافت کے مورخ کی مشکل زیادہ تر اس سبب سے ہے کہ عربی کے ایسے علماء تقریباً مفقود ہیں جو سائنس کے مخصوص شعبہ جات کے تربیت یافتہ ہوں۔

اس لیے ضروری ہے کہ قدیم اور جدید علوم کے ماہرین ایک جگہ جمع ہوں، اور اس کمی کو پورا کریں ہر عہد ایک نئے علم کلام کا مطالبہ کرتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس دور میں جب کہ انسان وسعت لکھ

اللیل والنہار والشمس والقمر کی منشائے الہٰی کو پورا کرتا ہوا نظر آرہا ہے، نیا علم کلام سائنس کو نظر انداز نہیں کرسکے گا۔ ایک زمانہ تھا جب مسلمان مفکرین اور علماء نے جن میں سرسید کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے مذہب کو سائنس کے نظریات کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی تھی، پھر ایک دور آیا جب مولانا ابوالکلام آزاد نے اعلان کیا کہ سائنس اور مذہب کی راہیں مختلف ہیں، اور مذہب کو سائنس کے مطابق ثابت کرنا غیر ضروری ہے لیکن آج وہ زمانہ آیا ہے، کہ سائنس خود پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میں مذہب کے بنیادی نظریات کی تائید کرتی ہوں۔ وقت اور حالات کا یہ انقلاب عظیم الشان ہے۔ ضروری ہے کہ اس سے پوری طرح فائدہ اٹھایا جائے۔ اگر اس بنیادی ضرورت سے بے اعتنائی برتی گئی تو ہماری کوششوں کا حال یہ ہوگا کہ۔

خوب است و خوش است و بو ندارد

بعض دینی علوم کا نئے انداز سے مطالعہ ضروری ہوگیا ہے قرآن کے SEMANTIC مطالعہ کو "IZUTSU" کے ہاتھ سے لے کر آگے بڑھانا چاہیئے اور حدیث کے مطالعہ میں GOLD ZIHER اور WENSINCK کے خطوط پر تحقیق و ترتیب کی نئی راہیں تلاش کرنی چاہیئں۔ علمائے اسلام نے علوم قرآن اور علم حدیث سے متعلق جو کام کیے ہیں، وہ بلاشبہ مہتم بالشان ہیں، لیکن ضرورت ہے کہ ان کو آگے بڑھایا جائے، وقت کا ایک اور اہم تقاضا یہ ہے کہ فقہ اسلامی کی کتابوں کی ترتیب موجودہ دور کی ضروریات اور مزاج کے مطابق ہو تاکہ اسلامی نظام حیات کے افادی پہلو سامنے آسکیں۔ آج جب کہ یورپ و امریکہ میں اسلام سے بہ حیثیت دین غیر معمولی دلچسپی کا اظہار عوام میں ہو رہا ہے، اس کام کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے۔ اس طرح نہ صرف میکڈانلڈ، شاخت، اینڈرسن وغیرہ کے نظریات کی اصلاح ممکن ہو جائے گی، بلکہ اسلام کے نظامِ حیات اور اسرارِ دین کے متعلق سوچنے کے نئے پہلو بھی آشکار ہو جائیں گے۔ ڈاکٹر اقبال کی دوربین نگاہ نے اس کام کی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ آج سے ۶۵ برس قبل لگایا تھا اور وہ خود مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کی مدد سے فقہ اسلامی کو عصر حاضر کے مذاق کے مطابق پیش کرنا چاہتے تھے۔ اس کام کو اب اور زیادہ ملتوی نہیں کیا جاسکتا۔

اس ساری جدوجہد میں آب و رنگ اسی وقت پیدا ہوگا جب علمی جذبہ سے سرشار مسلمان علماء اور فضلاءِ علم کو اپنی کھوئی ہوئی میراث سمجھ کر اس کام کی طرف متوجہ ہوں گے اور اپنے خونِ جگر سے اس کے خاکے میں رنگ بھریں گے فاضل محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے صحیح لکھا ہے کہ

وقت کا تقاضا ہے کہ مسلمان علماء ایسی تصانیف تیار کریں جو اپنی تحقیقات کی اصلیت (ORIGINALITY) مطالعہ کی وسعت نظر کی [illegible] ماخذ کے استناد و صحت اور محکم استدلال میں مستشرقین کی کتابوں سے کہیں فائق اور ممتاز ہوں۔

فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن قدم اٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں۔

(عالم اسلام اور عیسائیت)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی اٹک

مولانا الطاف الرحمان بنوی

(نقطہ نظر)

اسلامی انقلاب کا لائحہ عمل اور طریق کار

بحث و تحقیق اور فکر و عمل کے نئے گوشے

گزشتہ شمارہ ۱۰ میں سابق سینیٹر مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کی تحریر در اسلامی جمہوریت کے فروغ کے لیے علماء کی مستحسن مساعی" کے عنوان سے شائع ہوئی موضوع کی ضرورت، اہمیت اور قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر اس سلسلہ میں اکابر علماء، مشائخ اور قارئین کی آراء، مضامین اور خطوط موصول ہو رہے ہیں سرِ دست ہم محقق مصنف بقیۃ السلف حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ اٹک اور مولانا الطاف الرحمٰن بنوی مصنف روسی الحاد کی تحریریں نذر قارئین کر رہے ہیں موضوع سے متعلق معیاری تحریروں اور اخلاقی اور علمی حدود کے اندر نقد و تبصرہ اور تائید و اختلاف کرنے والے اہل علم کے مضامین بھی اسی اہتمام سے الحق میں شائع کیے جائیں گے جس اہتمام سے یہ سلسلہ بحث و تحقیق چل پڑا ہے ۔ شیخ التفسیر حضرت العلامہ مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی مدظلہ العالی کی مفصل و قیمع تحریر بھی موصول ہوئی ہے مگر اصل مسودہ میں بعض صفحات کے رہ جانے کی وجہ سے مضمون ناقص ہوگیا ہے رابطہ کر لیا گیا ہے مکمل مضمون موصول ہونے پر آئندہ اشاعت میں الحق کے صفحات کی زینت بنے گا۔

(ادارہ)

اسلامی انقلاب کیلئے ایک مرکز کی ضرورت ہے

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ اٹک

محترم المقام جناب قاضی عبداللطیف صاحب زید مجدکم۔

سلام مسنون مع الاحترام مشحون ۔ مضمون گرامی جو ماہنامہ الحق کے جولائی کے شمارہ میں چھپ

چکاہے) کا مطالعہ کیا ۔ یہ گناہ گار نہ تین میں نہ تیرہ میں ایسے اہم مسئلہ پر کیا رائے دے سکتا ہے ۔ جلیل القدر علمائے کرام اپنی دینی بصیرت سے جو راہ عمل امت کے لیے مخلصانہ طور پر متعین فرمائیں ہم گناہ گاروں کو اس پر چلنا ہی بہتر ہے ۔ البتہ اپنی زندگی میں کئی زیروبم دیکھ کر جو کچھ ذہن قاصر میں آتا ہے ، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۔

امت کے آخری دور کے لیے وہی نظام حیات کامیاب ہو سکتا ہے جس پر چل کر ضلال مبین میں گھے ہوئے رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ کے امتیازی شان سے سرفراز ہوئے ، مگر اس کے لیے ایک مرکز کی ضرورت ہے ، جو تقریباً پانچ سو سال سے متعین نہ ہو سکا اور نہ ہی آج ہم کو اس کی فکر ہے کتنے افسوس کا مقام ہے کہ عیسائیت کا مرکز روما تو دو ہزار سال سے قائم ہے اور آج بھی یورپ دینی طور پر بلکہ سیاسی طور پر بھی عیسائی دنیا پر پورا حکمران ہے ۔ ابھی حال میں ایران نے وہ مرکزیت حاصل کر لی ہے کہ اس کے اشارہ پر ساری دنیا کے جعفری حرکت میں آجاتے ہیں ۔

قادیانیت کے سربراہ کو ہم نے یہاں سے بعافیت نکال کر آج کی دنیا کے عظیم مرکز میں پہنچا دیا ہے وہ وہاں بیٹھ کر دنیا بھر کے قادیانیوں کو کنٹرول کر رہا ہے ۔ مگر ہمارا کیا حال ہے ۔ ہم کنتم خیر امۃ کی تلاوت تو کرتے ہیں مگر ہمارا کوئی مرکز نہیں جس کے ساتھ دو آدمی ہیں وہ بھی عالمی مرکز کا صدر کہلا رہا ہے کیا یہ صورت حال خطرناک نہیں ۔ پہلے وحدت مرکز پیدا کی جائے ۔ اس کے بعد انفرادی کاموں کے بجائے ایک عالمی امیر ہو ، جیسی امت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ صرف دو ہوں تب بھی ایک امام اور ایک مقتدی بن جائے ، اس ایک ارب افراد کا کوئی امیر نہیں ۔ اشد ضرورت ہے ۔

تیسری چیز جس کے بغیر کامیابی نہیں اور تک ناکامی ہے ، دین کو کسی سیاسی مقصد کے لیے پلیٹ فارم نہ بنایا جائے ، جیساکہ آج تک ہو رہا ہے ۔ مسلمانوں کی ہر جماعت نے اسلام اسلام کا نعرہ لگایا مگر انجام کار ایک ایسی کرسی حاصل کر لی جس کا حال سب پر ظاہر ہے ۔

جناب کے مضمون میں جن کامیابیوں کا ذکر ہے یہ کاغذی سطح تک تو درست ہیں مگر ہم گناہ گاروں کی نظروں میں عملی طور پر کوئی بات نظر نہیں آتی ۔ یہ چند سطور حسب ارشاد رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم المستشار موتمن عرض کر دی گئی ہیں اپنی طویل علالت وجع القلب اور کم علمی ، کم عقلی بدعملی کی وجہ سے مزید عرض کرنے سے قاصر ہوں ، یاد فرمائی کا دوبارہ شکریہ ۔

(قاضی) محمد زاہد الحسینی نزیل ایبٹ آباد ۔

مسلمانوں کے پاس الحمد للہ مرکز عالم موجود ہے لہٰذا مسلمانوں کی مرکزیت اور بین الاقوامی تبلیغ گاہ بھی

مرکز عالم میں ہوئی چاہیئے ۔ حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم نے امت کو جس طرف توجہ دلائی ہے واقعتہً ایک اہم اور سب سے اقدم مسئلہ ہے آج سے کوئی پچاس ساٹھ سال قبل اکابر علماء دیوبند نے بھی حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی سربراہی میں ایک وفد تشکیل دیا تھا اس وقت ملک عبدالعزیز ابن سعود مرحوم زندہ تھے تو انہیں اس طرف توجہ دلائی گئی تھی جسے تجویز کی حد تک بہت پذیرائی حاصل ہوئی اگر اب بھی ارباب علم و دانش اور مؤثر دینی قوتیں مسئلہ کی اہمیت کو سمجھیں اور سعودی حکومت کو توجہ دلائیں تو کیا عجیب کہ پھر سے اپنی کھوئی ہوئی منزل دوبارہ حاصل کر سکیں ۔ (ادارہ)

اسلامی انقلاب کیلئے "الجماعت" کے قیام کی ضرورت

مولانا الطاف الرحمان بنوی مصنف روس الحاد

یہ بات طے ہے کہ پاکستان میں اسلامی انقلاب ان جماعتوں سے نہیں بلکہ "الجماعت" کے ہاتھوں آئے گا ۔ جو منطقی امکان کے طور پر تو انہیں جماعتوں کے باہمی ادغام و انضمام سے بھی وجود میں آسکتا ہے ۔ لیکن یہ امکان اب تک کے عملی تجربات سے میل کھاتا دکھائی نہیں دیتا ۔ سو اس کی واحد دوسری صورت یہی متعین ہے کہ ان ناموں کے چکر سے آزاد ہو کر وسیع اور مرتب ہوم ورک کی بنیاد پر قائم ایک ایسی بے نام سی نئی جدوجہد کا آغاز کیا جاوے جس میں مادی اور سیاسی نفع و نقصان کے پیمانوں سے زیادہ دینی اور اخلاقی زشتی و زیبائی کے نقطہ نظر سے قومی حالات کے تجزیے پیش کیے جائیں ۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ اس محنت میں اثر پیدا کیے بغیر نہ رہے گا ۔ اس صورت میں دینی درد رکھنے والے وہ بے شمار لوگ بھی شریک کار ہو کر اپنا کردار ادا کر سکیں گے جو جماعت بندیوں کو محض سیاسی کھیل سمجھ کر کوئی وقعت دینے پر آمادہ نہیں ہوتے اور دینی جماعتوں کے وہ نیک نہاد ، صالح افراد بھی عملی تعاون سے دریغ نہیں کریں گے ۔ جو اپنی اپنی جماعتوں کو محض سیاسی فیشن کے طور پر نہیں بلکہ دینی خدمت کے جذبے سے سپورٹ کر رہے ہیں ۔ اس دینی جدوجہد کا کوئی معین نام نہ رکھا جائے اور نہ ہی کوئی ایسا مخصوص انتظامی ڈھانچہ کھڑا کیا جائے جس سے آئے روز سر اٹھانے والے وہ منصبی جھگڑے پیدا ہوں جو صفائے نیت کے ساتھ ساتھ عملی گرم جوشی کو بھی متاثر کرے ۔ اس جدوجہد میں عملی حصہ لینے والے خالص خدمت ملی کے جذبے سے مل بیٹھ کر کام کے نقشے بنائیں اور پھر اس پر ایمان و احتساب کی قوتوں سے لیس ہو کر بڑی ثابت قدمی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں ۔

دعوتی گفتگوؤں میں قرآن وحدیث کا آہنگ اپنانے کا اہتمام کیا جائے چنانچہ ضروری سے ضروری تنقید کو بھی انتہائی وقار اور شائستگی کے ساتھ "کلیات" کا جامہ پہنا کر پیش کیا جائے۔ سیاست میں دین واخلاق کی رعایت وپاسداری کی اہمیت وضرورت کو خوب اجاگر کرنے کی محنت کی جائے اور ایسی سیاست کے بہت بڑی عبادت ہونے کا احساس زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی سعی کی جائے۔ اس جدوجہد میں شریک لوگ انتخاب میں بھرپور تیاری کے ساتھ حصہ لیں اور بالخصوص قومی اسمبلی میں زیادہ سے زیادہ نمائندگی حاصل کرنے کی کوشش کریں تاکہ آئین وقانون کی "اسلامیت" میں اپنے حصے کی فعالیت کے ساتھ ساتھ قومی سطح پر حاصل اس تعارف سے اپنی جدوجہد کی توسیع میں خاطر خواہ مدد لی جا سکے اس جدوجہد کے علمبردار سیکولر حکومتوں کے بناؤ و بگاڑ اور اس سلسلے میں روا رکھی جانے والی تمام معرکہ آرائیوں سے سختی کے ساتھ مجتنب رہیں۔ سیکولر حکومتوں کی وزیری مشیری یا کوئی اور عہدہ قطعاً قبول نہ کریں۔ حالات کچھ بھی ہوں اپنی تمام تر فکری اور جسمانی توانائیوں کو مکمل اسلامی انقلاب کے مقصد عظیم پر مرتکز رکھیں۔ سیکولر افراد و جماعات کے ساتھ ہر قسم کے سیاسی تعلق سے باز رہیں۔ اپنی بہترین صلاحیتوں کو اسلام پسند قوتوں کو یکجا اور مجتمع کرنے کے لیے وقف کریں۔ عوامی رابطے کو دوسری تمام سیاسی مصروفیتوں پر ترجیح دیں۔ اپنے زیادہ سے زیادہ اوقات کو ان کے بیچ میں گذارنے کے پروگرام مرتب کریں۔ اس جدوجہد سے وابستہ قومی اور صوبائی نمائندگی کے حامل افراد ترقیاتی فنڈوں کو عام طور پر ان تعمیراتی کیٹیوں کے واسطے سے صرف کریں جس میں ممکنہ حد تک حلقہ کے تمام چھوٹے چھوٹے یونٹوں کو نمائندگی دی گئی ہو۔ ان فنڈوں سے متعلقہ ضوابط میں گنجائش ہو تو ان کو تعمیر ملت اور قومی یک جہتی کے عظیم کام میں استعمال کرنے کی راہیں بھی نکالی جا سکتی ہیں۔ جس سے مکمل اسلامی انقلاب کے کاز کو غیر معمولی فائدہ پہنچے گا تاہم اس کے لیے اہل حلقہ میں ایثار و مروت کا وہ جذبہ پیدا کرنا ہوگا جس کی بدولت ان میں اس کام کے لیے رضامندی بلکہ دلچسپی کے آثار پیدا ہوں۔ اس طویل، مسلسل اور صبر آزما جدوجہد کے مختلف دعوتی اور انتخابی مراحل کے دوران لوگوں کے دلوں میں اسلامی انقلاب کی خواہش پیدا کرنے اور اسے قوی سے قوی تر بنانے کی طرف بھی خصوصی توجہ دی جاتی رہے اور اگر حالات نے سازگاری کی تو وقتاً فوقتاً حکومت کے غیر اسلامی کاموں کے خلاف ایسے عوامی مظاہروں کا اہتمام اور سرپرستی کی جائے جن سے مکمل اسلامی انقلاب کے داعیات میں زندگی کی گرمی اور حرارت پیدا ہو تاہم ایسے موقعوں پر حکومت اور ریاست کے فرق و تفاوت کو زیادہ سے زیادہ واضح اور نمایاں کیا جائے گا تاکہ غم و غصے کا اظہار قومی اور نجی املاک و مفادات کو پامال نہ کرنے پائے۔ بہت ممکن ہے ہماری تحریر کی ایسی باتیں بعض لوگوں کو محض "تصوریت" معلوم و محسوس ہوں لیکن اگر ملک کے سنجیدہ و دیندار لوگوں میں اپنی قومی اور ملی ذمہ داریوں کا تھوڑا بھی احساس پیدا ہو تو یہ "نری تصوریت" "ٹھیٹھ عملیت" میں بدلتے زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

اللہ تعالیٰ ہر عمل کے آغاز و انجام کو ہمارے لیے مفید اور اپنی رضامندی کا سبب بنائے۔ ؎

از نالہ بر گلستان آشوب محشر آور تادم بہ سینہ پیچد گلزار ہائے ہو را
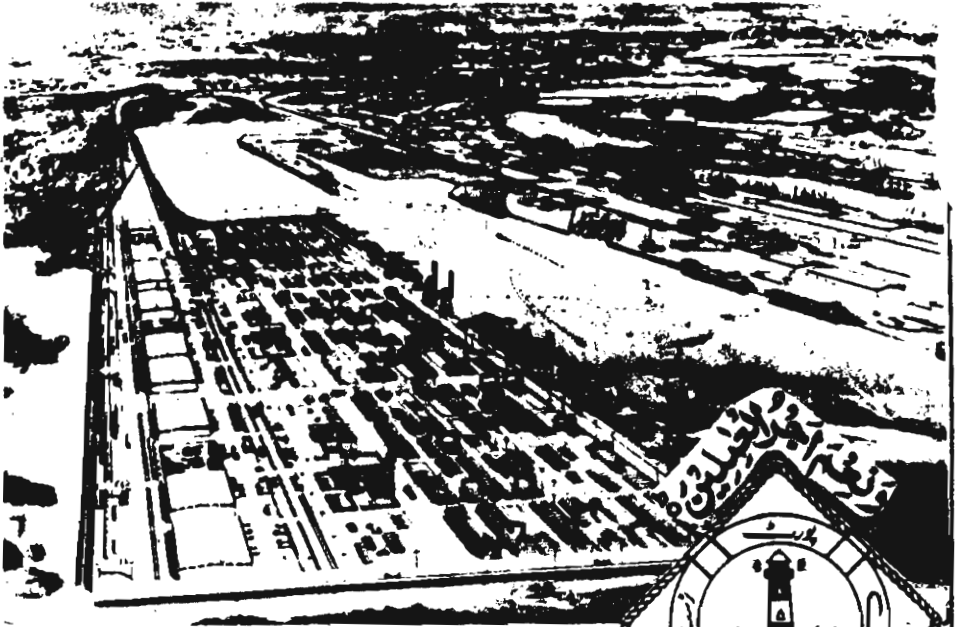
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

جناب طارق عمیر عثمانی

سعودی عرب

ڈش اینٹینا پر پابندی ۔۔۔ اخلاقی قدروں کی حفاظت

ٹیلی ویژن جو ہماری زندگی کا ایک اہم حصہ بن گیا ہے اور جس پر ہم آج خبروں کے لیے بڑی حد تک انحصار کرتے ہیں، رفتہ رفتہ ہماری تہذیبی قدروں کو پامال کر رہا ہے، گذشتہ چند سالوں میں دنیا بھر میں اسٹار ٹی وی اور سٹلائٹ چینلوں کے ذریعہ جس طرح مغرب نے اپنے بے حیا کلچر کو پوری دنیا پر مسلط کرنے کی مہم چلا رکھی ہے اُس سے اخلاقی اقدار والا ہر معاشرہ بلبلا اٹھا ہے ۔

گذشتہ دنوں سعودی حکومت نے اس مسئلے پر بہت کچھ غور و فکر کے بعد بالآخر ڈش انٹینا پر پابندی عائد کردی، حکومت کے اس فیصلے کے بعد تقریباً ایک لاکھ ڈش انٹینا سعودی گھروں کی چھتوں سے اتر جائیں گے ۔ اس فیصلے نے جہاں روایتی حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑا دی ہے وہیں ٹیلی ویژن کے شائقین پر یہ خبر گراں گذرے گی، ادھر چند سالوں سے ایسا محسوس کیا جارہا تھا کہ ڈش انٹینا کے ذریعہ ملک کے اندر یورپ اور امریکہ جیسا ماحول بننے کا دروازہ کھل گیا ہے کیونکہ ان چینلوں پر صرف سی، این، این اور بی بی سی کے پروگرام ہی نہیں آتے تھے بلکہ ترکی سے نشر ہونے والے جنسی تلذذ کے پروگرام حتیٰ کہ اسرائیل کا نشریاتی چینل بھی سعودی شائقین کی دسترس میں آگیا تھا۔ ایسی صورت میں اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ حکومت ذرائع ابلاغ پر اپنی اخلاقی پالیسی کی وضاحت کرے ۔ اور اسی کے مطابق صرف ان پروگراموں کو ملک میں داخلے کی اجازت ملے جو اسلامی اور قدیم سعودی معاشرہ کی قدروں سے میل کھاتی ہوں ۔

حکومت کے نئے فرمان کے مطابق اب ڈش انٹینا استعمال کرنے والے کسی بھی شخص پر ۴۰ لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے، واضح رہے کہ سعودی فیصلے سے پہلے قطر کے حکمرانوں نے بھی ڈش انٹینا پر پابندی لگادی تھی اور صرف ان چینلس کو ملک میں داخلے کی اجازت دی تھی جو اُن کے معاشرتی اقدار سے میل کھاتے ہوں ۔ ایسا کرنے کے لیے حکومت نے ایک سنسر بورڈ قائم کیا ہے جو غیر متنازعہ پروگرام کو کیبل کے ذریعہ شائقین تک پہنچاتا ہے، جوں ہی بے حیائی کے مناظر دکھائے جاتے ہیں سنسر اسے حذف کر دیتا ہے ۔

جو لوگ مشرق وسطی میں ڈش انٹینا کے خلاف ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہمارا قدیم روایتی اور اسلامی معاشرہ

ان مناظر کی اجازت نہیں دیتا جو بالعموم ان پروگراموں کا حصہ ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ بی بی سی کا پروگرام "نمائش لباس" اور سی، این، این کا "اسٹائل شو" عورتوں کو جس نیم برہنہ حالت میں دکھاتا ہے اس کی اجازت دینا بھی مشکل ہے حالانکہ کہنے کو یہ سب خبروں کے چینل ہیں لیکن خبروں کے نام پر اپنی ثقافت کو ہمارے معاشرے پر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے ہمیں ان سازشوں سے ہوشیار رہنا ہوگا اور اگر اپنی قدریں عزیز ہیں تو اس سیلاب کو روکنے کے لیے موثر قدم بھی اٹھانا ہوگا۔

سعودی عرب نے کیبل کا نظام تو فراہم نہیں کیا ہے البتہ اس نے مائیکرو ڈویوٹرانسمیشن سسٹم کے ذریعہ ان پندرہ چینلوں کو سنسر کرنے کا انتظام کر لیا ہے، اس نظام کے ذریعہ اب پروگراموں سے بے حیا مناظر حذف کر کے شائقین تک اسی لمحے پہنچایا جا سکے گا۔ سعودی حکومت نے پچھلے دنوں ذرائع ابلاغ کی دنیا میں ایک انقلابی قدم اس وقت اٹھایا تھا جب اس نے لندن میں ایم، بی، سی یعنی مڈل ایسٹ براڈ کاسٹنگ سنٹر قائم کیا تھا جو آج بھی پوری عرب دنیا میں لندن سے عربی میں خبریں اور پروگرام نشر کرتا ہے۔ یہ پروگرام عرب سامعین کو جدید دنیا سے باخبر بھی رکھتا ہے، ان کی دل چسپی کے پروگرام بھی پیش کرتا ہے اور مغرب کی جنس زدہ ثقافت سے محفوظ بھی رکھتا ہے۔ ایم، بی، سی کے نائب صدر نے سعودی عرب کے حالیہ اقدام کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ

"یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے معاشرے کو اور اس کی مذہبی و ثقافتی قدروں کو تحفظ فراہم کرے اور ان ٹیلی ویژن پروگراموں کو اپنے ملک میں داخلے کی اجازت نہ دے جو ثقافت کو تباہ کرنے والی ہوں۔"

مغرب کے جنس زدہ پروگراموں کا متبادل فراہم کرنے کے لیے سعودی عرب نے اور بھی کئی بڑے قدم اٹھائے ہیں مثال کے طور پر اس سال کے آخر تک سعودی حکومت کے تین سٹیلائٹ نٹ ورک کام کرنے کی پوزیشن میں ہونگے جو تقریباً مختلف زبانوں میں دس سے زائد چینل دکھا سکیں گے۔ ایم، بی، سی اس سلسلے کا پہلا تجربہ ہے، جس نے بہرحال ٹیلی ویژن کی دنیا میں اپنا مقام بنا لیا ہے، میصرین کا کہنا ہے کہ دوسرے مسلم ممالک بھی شاید اس سلسلے میں سنجیدگی سے کچھ سوچ رہے ہیں۔

مولانا عبدالرشید انصاری

پاکستان، انسدادِ توہینِ رسالت کا قانون
اور
اقلیتوں کے حقوق

قانون توہین رسالت کے حوالے سے گذشتہ کئی ہفتوں سے اخبارات اور جرائد میں جو مباحثہ جاری ہے ہم نے الحق کی گذشتہ ادارتی تحریر میں اس سلسلہ کے پس منظر اور محرکات کا ذکر کیا تھا۔ دینی اور اسلامی نقطہ نظر سے مولانا عبدالرشید انصاری کی تحریر اختصار کے باوجود ایک جامع تجزیہ و تبصرہ ہے، جس میں مسیحی برادری کے حوالے سے بھی کافی تشفی بخش بحث آگئی ہے جو قارئین کے لیے دلچسپی اور ارباب اقتدار کیلئے باعث عبرت ہوگی۔
(ادارہ)

اپریل کے دوسرے عشرے کے اختتام پر پنجاب اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد منظور کر کے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ توہینِ رسالت کے انسداد کے قانون ۲۹۵۔ج میں ترمیم نہ کی جائے اور اہانتِ رسول کے سنگین جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے موت کی سزا برقرار رکھی جائے۔ دراصل یہ قرارداد ملک میں جاری احتجاج کا اس بحث کا حصہ ہے جو ۵ اپریل کو وزیر اطلاعات خالد احمد کھرل کی دی گئی اس اطلاع سے شروع ہوئی تھی کہ آج کابینہ کے اجلاس میں وزیر اعظم نے وزیر قانون کو انسداد توہینِ رسالت کے قانون میں ترمیم کا مسودہ مرتب کرنے کا حکم دے دیا ہے کہ شاتمانِ رسول کے لیے قانون میں موجود سزا منسوخ کر کے ان کے لیے زیادہ سے زیادہ دس سال قید کی سزا مقرر کی جائے۔ اس پر عوام اور خصوصاً تمام دینی حلقوں میں غصہ و اشتعال کا پیدا ہونا ایک لازمی امر تھا۔ چنانچہ دوسرے ہی روز اسلام آباد میں سرکاری حلقوں کو اس بات کی وضاحت کرنا پڑی کہ وفاقی کابینہ نے قانون میں جس ترمیم کا فیصلہ کیا ہے وہ توہینِ رسالت کے رائج الوقت قانون میں مداخلت نہیں بلکہ اس قانون میں ایک نئی شق کا اضافہ کرنا ہے جس کے تحت توہینِ رسالت کا کسی پر جھوٹا الزام لگانے والے کو دس سال تک کی سزائے قید دی جا سکے گی۔ اخبارات نے یہ وضاحت بھی کر دی کہ یہ غلط فہمی اس لیے پیدا ہوئی کہ قانون کی دفعہ ۲۹۵۔ج میں ایک الگ ذیلی دفعہ کے

ذریعہ اضافے کی بجائے اسی دفعہ میں ترمیم کا ذکر کیا گیا تھا۔ ان بیانات کے بعد اصولاً بحث و احتجاج کا سلسلہ ختم ہو جانا متوقع تھا، مگر قومی اسمبلی کے ایک اقلیتی رکن نے یہ بیان دے کر اس میں مزید اضافہ کر دیا کہ وزیر اعظم صاحب سے ہماری بات ہو گئی ہے، انہوں نے توہینِ رسالت کے قانون میں ترمیم کا حکم دے دیا ہے۔ اس لیے بجا طور پر پنجاب اسمبلی کے ارکان نے صاحبزادہ فضل کریم کی پیش کردہ قرارداد حزبِ اقتدار و حزبِ اختلاف کی تمیز اور تشخص کا لحاظ کیے بغیر متفقہ طور منظور کر کے عملاً حکومت پر واضح کر دیا کہ توہینِ رسالت کے مرتکبین کی سزا میں تخفیف کا عندیہ معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی بھی نامنسقانہ اقدام کیا گیا تو وہ خود حکومت کے لیے بھی گوناگوں مشکلات کا باعث بن سکتا ہے۔

گستاخانِ رسالت اور شاتمانِ نبی کے لیے موت کی سزا کا رائج الوقت قانون پینل کوڈ کی اس دفعہ (۲۹۵) کا حصہ ہے جو برطانوی دورِ تسلط میں بھی رائج تھی۔ ۱۹۲۷ء میں اس (دفعہ میں ذیلی دفعہ ۲۹۵۔الف) کا اضافہ کیا گیا تھا۔ اس کے تحت لوگوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے کا الزام ثابت ہونے پر اڑھائی سال تک کی سزا ملزم کو دی جا سکتی تھی۔ ۱۹۸۲ء میں پاکستان کے فوجی سربراہ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے قرآن کریم کے تقدس کے تحفظ کے لیے اسی قانون میں ذیلی دفعہ۔ب کا اضافہ کیا جب کہ ۱۹۸۵ء کی قومی اسمبلی نے جس کے ممبران میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری مرحوم، علامہ شاہ بلیغ الدین اور مولانا معین الدین لکھوی جیسے اکابر اہلِ علم بھی شامل تھے، دفعہ ۲۹۵ ہی میں ذیلی دفعہ "ج" کا اضافہ کر دیا تھا جس کے بموجب پیغمبرِ اسلام حضور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں بولے یا لکھے ہوئے لفظ یا اشارے بالواسطہ یا بلا واسطہ طور سے ان کے مقدس نام کو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کے بارے میں توہین آمیز رویہ پر موت، عمر قید یا جرمانے کی سزا مقرر کی گئی تھی۔ اگرچہ اسلامی شریعت کی رو سے یہ قانون بھی توہینِ رسالت جیسے قبیح جرم کے مرتکبین کو ٹھیک ٹھیک سزا دینے کے تقاضے پورے نہیں کرتا تھا، کیونکہ اسلامی قانون انسانیت کے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور ہادیٔ اعظم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے وجود کو اپنی اقلیم میں مسترد کرتا ہے اور اسے دنیا سے چلتا کرنے کا حکم دیتا ہے، لیکن ۱۹۹۰ء میں فیڈرل شریعت کورٹ کے چیف جسٹس، جناب جسٹس گل محمد نے لاہور کے ایک فاضل وکیل محمد اسمٰعیل قریشی کی رٹ پٹیشن کا فیصلہ سناتے ہوئے عمر قید اور جرمانے کی سزا کو خلافِ شریعت تسلیم کر کے اسے قانون سے حذف کر دیا تھا۔ انسدادِ توہینِ رسالت کا قانون مستحکم اور غیر مبہم ہو جانے کے بعد سب سے پہلے قادیانیوں کی جانب سے اس کے خلاف آواز اٹھنا شروع ہوئی، لیکن پھر وہ منقارِ زیر پر کے مصداق دبک گئے، جب کہ بعد ازاں ملک میں ایک سے زیادہ واقعات ایسے ہوتے جن میں توہینِ رسالت کے ملزمین کا تعلق اتفاقاً عیسائی اقلیت سے تھا۔ بس پھر کیا تھا، ایک منظم طریقے سے انسانی حقوق کے خود ساختہ اجارہ دار بھی انسانیت

ہیں کہ محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرنے والوں کو قانون کی زد سے بچانے کے لیے میدان میں آ گئے اور اس قانون ہی کو منسوخ کرانے کی ہفوات شروع ہو گئیں۔

ہم نہیں سمجھتے کہ توہینِ رسالت کے قانون کی زد مسیحیت یا مسیحیوں پر پڑے گی یا ہمارے ملک کی کوئی اور اقلیت یا اس کی نشانے پر آ جائے گی، کیونکہ سوائے قادیانیت کے کسی بھی مذہب نے یا اس کے ماننے والوں کی قیادت نے اپنے پیروکاروں کو مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے کی یا اسلام کے پیغمبر منور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کی ترغیب نہیں دلائی اور نہ ہی مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ سیدنا عیسیٰ ابنِ مریم یا کسی بھی دوسرے نبی کی توہین کریں۔ بالفرض اگر کوئی مسلمان کسی بھی وجہ سے کسی بھی نبی کی توہین کرے تو وہ اسی لمحہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اب تک ایک شبہ یہ تھا کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کو سزا دینے کے لیے تو قومی اسمبلی نے قانون وضع کر دیا ہے، مگر دوسرے انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے پر پابندی نہیں لگائی۔ چنانچہ گزشتہ دنوں (وسط اپریل ہی میں) لاہور ہائی کورٹ کی فل بنچ نے میانوالی کے ایک عیسائی مذہبی رہنما بشپ کینتھ کی رٹ درخواست پر اپنے ریمارکس میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور رسولوں کی توہین کے مرتکب کسی بھی شخص کے خلاف توہینِ رسالت ایکٹ کے تحت کارروائی کی جا سکتی ہے۔ پاکستان پریس انٹرنیشنل نے لاہور سے یہ خبر جاری کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عدالت عالیہ کے ان ریمارکس نے توہینِ رسالت ایکٹ کے خلاف مختلف طبقات کے طرف سے چلائی گئی پروپیگنڈا مہم کو خاموش کر دیا ہے۔ فاضل عدالت نے مزید کہا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں۔ عدالت نے فیصلے میں مزید کہا ہے کہ توہینِ رسالت ایکٹ میں لفظ "تمام پیغمبروں" استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ تمام پیغمبر جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ بشپ کینتھ نے اپنی درخواست میں عدالتِ عالیہ سے استدعا کی تھی کہ توہینِ رسالت ایکٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام بھی شامل کیا جائے۔ عدالتِ عالیہ نے کہا کہ مسلمان تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان کی رسالت پر ایمان لائے۔ عدالتِ عالیہ کی جانب سے قانون کی اس تشریح اور وضاحت کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ مسیحی حضرات مطمئن نہ ہوں اور توہین رسالت کے قانون کے متعلق حق بجانب ہونے کے بارے میں ان کے اذہان میں اب بھی شکوک و شبہات باقی رہیں۔

بایں ہمہ اب بھی کوئی توہینِ رسالت کے قانون کی مخالفت کرتا ہے تو ہمارا سوال اس سے یہ ہے کہ کیا وہ مسلمانوں کو دینی اعتبار سے اس قدر بے جان، بے احساس اور بے غیرت بنانا چاہتا ہے کہ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی توہین کی جائے اور وہ خاموشی و اطمینان سے سنتے رہیں اور زیادتی و ظلم کو رکوانے کے لیے ان کے پاس قانون

کا سہارا بھی نہ ہو؟ انصاف سے بتایئے کہ جب کوئی سلیم الفطرت انسان بقائمی ہوش وحواس وصحت عقل اپنے ماں باپ یا اپنی محبوب ہستی کے متعلق نازیبا الفاظ نہیں سن سکتا تو اہلِ ایمان سے یہ کیوں توقع کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور نبی کے دشمنوں کو وہ خبثِ باطن کے اظہار کی کھلی چھٹی دے دیں؟ ۲۶ اپریل کو لاہور میں عدالتِ عالیہ نے ایک درخواست کی سماعت کے دوران واضح کیا ہے کہ دفعہ ۲۹۵-ج انسدادِ توہینِ رسالت کا قانون آئین کے منافی نہیں ہے۔ اگر یہ قانون منسوخ کر دیا جائے تو پھر زمانۂ قدیم کی طرح لوگ ملزم سے خود ہی بدلہ لے لیا کریں گے۔ عدالت نے کہا کہ یہ قانون ملزم کو (جرم ثابت ہونے تک) جان کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیتا ہے اور اپنی پسند کا وکیل مقرر کرنے کی سہولت دیتا ہے۔ نیز ہم اس قانون کے مخالفین کو یہ بھی بتانا مناسب سمجھتے ہیں کہ پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے، اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر معرضِ وجود میں آیا ہے۔ اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ اگر اس ملک میں بھی ناموسِ رسالت کے تحفظ کا قانون نہ ہو تو یہاں کے تمام مسلمانوں کو مسلمان کہلانے کا کیا حق باقی رہ جاتا ہے؟ ہم عاصمہ جہانگیر اور ان کے فکری ساتھیوں کی کیمپ سے یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سرتاج اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے برگزیدہ والد حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ لوگوں کا کیا بگاڑا ہے کہ گستاخانِ رسالت کو رعایتیں دلوانے کے لیے حقوق اور قانون کے نام پر ایک تحریک سی شروع کر دی گئی ہے کیا حقوقِ انسانی کے ضمن میں جن کے آپ علمبردار ہیں، اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں اور خصوصاً انسانیت کے محسنِ اعظم نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزت واحترام کے تحفظ کا پاکستانی مسلمانوں اور پاکستانی قانون کو کوئی حق نہیں ہے؟ آخر کیوں؟ جہاں تک اس قانون میں بیان کی گئی خلاف ورزی کرنے والوں کیلئے موت کی سزا کا تعلق ہے تو یہ سزا محترمہ بے نظیر صاحبہ یا جنرل ضیاء الحق مرحوم نے مقرر نہیں کی، پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھی قانون میں اس کا احیاء کیا ہے۔ عدالتِ عالیہ نے اسے واضح کیا ہے توہینِ رسالت کے مجرموں اور سلمان رشدی، اکرم عربی، مرزا غلام احمد قادیانی، راجپال جیسے شاتمانِ رسول کیلئے موت کی سزا اسلامی شریعت میں چودہ سو برس پہلے سے موجود ہے اور منشائے الٰہی کے مطابق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی ہے کسی مسلمان اتھارٹی کو یہ سزا بدلنے کا حق نہیں ہے۔ مخالف عناصر ٹھنڈے دل سے اپنے رویّے کا جائزہ لیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ دفعہ ۲۹۵-ج کی مخالفت کے عنوان سے وہ کچھ اور کر رہے ہیں۔

آخری بات یہ ہے کہ توہینِ رسالت کے انسداد کے قانون کو لوگ اپنے مخالفین کے خلاف ناجائز طور پر استعمال کر سکتے ہیں، مگر یہ خدشہ تو ہر قانون کے متعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ تو کیا پھر تمام قوانین سے سزائیں حذف کرنے کا مطالبہ کرنا قرینِ عقل وانصاف ہوگا؟ قطعاً نہیں! ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مذاہب کے زعماء اپنے متبعین کو اپنے اپنے مذہب پر کاربند ہونے اور دوسروں کی دلجوئی اور احترامِ باہمی، نیز ملکی قوانین پامال کرنے سے باز رہنے کی تلقین کریں اور مذہب دشمن، لادین عناصر اور غیر ملکی ایجنسیوں کی سازشیں ناکام بنا دیں۔

ALSO APPROVED IN AMERICA BY U.S. ENVIRONMENTAL
PROTECTION AGENCY WASHINGTON D.C.

جاپان کی وزارت صحت سے منظور شدہ

قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

- منیٰ کا حادثہ اور مغربی پریس کا معاندانہ رویہ / الدکتور میاں ہدایت الرحمٰن
- ملیشیا حکومت کے قابل رشک اقدامات / مکۃ المکرمہ
- قبرص میں مساجد کا انہدام / الحاج عبدالمنان مکۃ المکرمہ
- حکومت پنجاب کا وفاق المدارس کی سند کے ساتھ مذموم رویہ۔
قاضی محمد زاہد الحسینی اٹک
- موتیا غائب ہو گیا ہے / مولانا محمد رمضان شوق
- کچھ لوگ ایسے بھی ہیں / مولانا محمد حکیم فاضل حقانیہ
- درس ترمذی شریف / قاضی محمد زاہد الحسینی، مولانا سید تصدق بخاری، مفتی عمر حیات
- برکو ہکس کے علمی رسائل میں صف اوّل کا پرچہ / (علامہ) طالب الہاشمی

سعودی عرب، ملیشیا سے متعلق دو تین اہم خبریں ارسال خدمت ہیں۔ الحق کے قارئین کو بھی ان سے آگاہ کریں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا دور ہے۔

منیٰ کا حادثہ اور مغربی پریس کا معاندانہ رویہ

سعودی حکومت نے سانحۂ منیٰ کے سلسلہ میں اپنے ایک اخباری وضاحتی بیان میں کہا ہے کہ مغربی ذرائع ابلاغ نے حادثہ منیٰ کو دوسرے انداز سے پیش کیا ہے اور تمام اموات کو منیٰ کے حادثہ میں شمار کیا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ۸۲۹ حاجیوں کا انتقال منیٰ میں نہیں ہوا بلکہ پورے موسم حج کے دوران ہوا ہے ان میں ۷۲ حاجیوں کا انتقال بڑھاپے کے سبب سے، ۱۴۶ کا حرکت قلب بند ہو جانے سے، ۱۸۰ کا لو لگنے سے ۲۳ کا دماغی نس پھٹ جانے سے۔ ۴۲ کا ہائی بلڈ پریشر میں، ۲۷ کا نمونیہ سے، ۲۳ کا سڑک حادثہ میں اور ۵۶ کا دوسرے وجوہات کی بنا پر ہوا ہے اس طرح جن حاجیوں کی موت منیٰ سانحہ میں ہوئی ان کی مجموعی تعداد تقریباً ۲۷۰ ہے۔

اس پریس ریلیز میں ان عناصر کے تئیں شدید افسوس کا اظہار کیا گیا ہے جو حادثۂ منیٰ کے تعلق سے "اللہ کی مرضی" کو پس پشت ڈال کر سعودی حکومت کو موردِ الزام قرار دیتے ہیں اور بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ عام حالات میں ۲۲ لاکھ آبادی والے شہر میں ۱۵ دن کے عرصہ میں اتنے افراد کی موت فطری طور سے ہو جاتی ہے

ملیشیا حکومت کے قابل رشک اقدامات

ملیشیا کی حکومت نے مقابلہ حسن میں مسلمان لڑکیوں کی شرکت پر پابندی لگانے کے لیے ایک قانون بنایا ہے اور اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں پر جرمانہ عائد کرے گی۔ ملک کے نائب وفاقی وزیر نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ اسلامی قدروں اور اصولوں کے فروغ کے لیے ایسے قانون کی سخت ضرورت تھی اور کہا کہ عورت کے جسم کی نمائش مذہب کے خلاف ہے اور مسلمان خواتین کے لیے یہ بہت ہتک آمیز ہے۔

● ملیشیا میں اسلامی بینک کاری کا نظام بہت مقبول ہو رہا ہے اور اس کو مسلسل استحکام حاصل ہو رہا ہے اس نظام کے تحت مسلمان نہ صرف بلا سودی قرض حاصل کرتے ہیں بلکہ دوسرے بینک جو قرض حاصل کرتے ہیں اس پر بھی وہ کوئی سود نہیں لیتا، اس سلسلہ میں جو اطلاعات مل رہی ہیں ان سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ ملیشیا بڑی تیزی کے ساتھ ایک نئے اسلامی اقتصادی نظام کی حیثیت سے عالمی اقتصادی افق پر ابھر رہا ہے، یہ دنیا کا واحد ملک ہے جہاں بیک وقت دو اقتصادی نظام رائج ہیں ایک اسلامی اقتصادی نظام اور دوسرا مغربی نظام۔ (میاں ہدایت الرحمن مکہ مکرمہ)

قبرص میں مساجد کا انہدام کا مذموم سلسلہ

گذشتہ دنوں قبرص میں ایک چار سو سال پرانی تاریخی مسجد کو بم لگا کر شہید کر دیا گیا ہے۔ یونانی قبرصیوں کی جانب سے مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو تباہ کرنے کا یہ پچھلے دو ماہ کے عرصہ میں دوسرا واقعہ ہے۔

اس قسم کے شرمناک واقعات کا وسیع تر تناظر میں جائزہ لینے سے ایک بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے اور وہ یہ کہ اسلام دشمن طاقتوں اور بالخصوص بھارت اور بعض مغربی ملکوں کا سارا زور مسلمانوں کو دہشت گرد، غیر مہذب اور جنگ و جدال کی دلدادہ قوم ثابت کرنے پر صرف ہوتا ہے۔ لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ اگر ٹھوس حقائق پر نگاہ ڈالی جائے تو معاملہ اس کے بالکل برعکس دکھائی دیتا ہے۔ بھارتی ہندو جو اپنے آپ کو بڑے فخر کے ساتھ گاندھی کے فلسفہ اہنسا یعنی عدم تشدد کے پیروکار کہلاتے ہیں حقیقی زندگی میں اتنے درندہ صفت اور خونخوار ہو چکے ہیں کہ اس کی کوئی مثال پورے ایشیا میں نہیں ملے گی۔ لیکن بھارتی پروپیگنڈہ مشینری اور مغرب کے بعض نام نہاد انسانیت دوست ممالک کے نزدیک دہشت گرد پھر بھی کشمیری مسلمان ہیں یا پاکستان کے عوام جو ان بھارتی مظالم کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ بالکل یہی صورت مغرب کی نمائندہ طاقتوں کی ہے فلسطینی نوجوانوں نے ایک بحری جہاز اغوا کر لیا تو کسی عام مغربی باشندہ نے نہیں بلکہ اس وقت کے امریکی صدر نے اسے پوری انسانی تہذیب کے خلاف اقدام قرار دیا۔ اب بھی کسی مسلمان سے جبر و استبداد کی گھٹن میں کوئی واقعہ سرزد ہو جاتا ہے تو ساری دنیا کے ایک ارب مسلمان غیر مہذب، دہشت گرد اور تخریب کار قرار دے دیئے جاتے ہیں۔ بھارت کے متعصب ہندوؤں

نے باقاعدہ اعلان کر کے تاریخی بابری مسجد کو شہید کر دیا۔ کسی مغربی حکومت کے ذریعہ ابلاغ یا انسانی حقوق کی تنظیم نے ہندوؤں کو متعصب اور دہشت گرد قرار نہیں دیا۔ اسی طرح اب یونانی قبرصی جزیرہ پر واقع تاریخی مساجد کو مسمار کر رہے ہیں تو کوئی اسے انسانی تہذیب کے خلاف سازش قرار دینے کو تیار نہیں۔ اگر خدانخواستہ دنیا کے کسی کونے میں کوئی مسلمان کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ پر ایک پتھر بھی پھینک دیتا تو دنیا بھر کی اسلام دشمن طاقتیں اس وقت چاردانگ عالم میں مسلمانوں کو متعصب، تنگ نظر اور غیر مہذب ثابت کرنے کے لیے کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیخ و پکار کر رہی ہوتیں۔ (الحاج) عبدالمنان المہندس مکۃ المکرمہ)

پنجاب حکومت کا وفاق المدارس کی سند کے ساتھ مذموم رویہ شاید میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا سارے ملک میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً علماء کرام کے وقار کو مجروح کیا جا رہا ہے۔ وفاق المدارس کی سند کو مرکزی حکومت نے ایم اے کے برابر قرار دیا تھا۔ اور اسی بنیاد پر صوبہ سرحد میں سکولوں اور کالجوں میں وفاق اور دوسری علمی تنظیموں کے فضلاء کا تقرر ہو رہا ہے۔ مگر پنجاب میں پہلے اس کے ساتھ میٹرک ہونا شرط تھا اور اب ایف اے کی شرط لگا دی ہے جس سے وفاق کی سند بالکل غیر مؤثر ہو کر رہ گئی ہے۔ صوبہ سرحد میں جو بھی ہو وہ ہو مگر اس بات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ صوبہ سرحد میں علماء کا احترام پایا جاتا ہے۔ ہر سکول میں قاری حضرات مدرس دینیات اور عربی مدرس رکھا جاتا ہے اس طرح کئی حفاظ، قراء اور علماء کرام کا ذریعہ معاش پیدا ہو جاتا ہے مگر پنجاب میں جو ہے اسے بھی کم کیا جا رہا ہے وفاق اور دوسری دینی تنظیموں کے سربراہ ادھر توجہ نہیں کرتے اور دوسرے جن علماء کرام کی آواز مؤثر ہے وہ اس کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ پنجاب میں کئی فضلا اس گرانی کے دور میں انگریزی سے محرومی کی وجہ سے فکر معاش سے دوچار ہیں اگر مناسب سمجھیں تو الحق کے اداریہ میں اس پر خصوصی نوٹ تحریر فرماویں۔ اور سینکڑوں بے زبان علماء کرام کی دعائیں لیں۔ وفقکم اللہ تعالیٰ۔ (قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ)

موتیا تو غائب ہو گیا ہے گذشتہ سے پیوستہ ماہ رمضان المبارک کے اواخر میں رات کو یکایک نظر بند ہو گئی تھی پاس بیٹھا آدمی بھی دکھائی نہیں دیتا تھا، آنکھوں کے معالم ڈاکٹروں کو دکھایا تو انہوں نے کہا سفید موتیا اتر آیا ہے، آپریشن ہوگا، ایک ہفتہ کے لیے ڈاکٹر نے دوائی دی کہ اس کے استعمال سے کچھ دکھائی دینے لگے گا اور چلنے پھرنے میں دقت نہیں ہوگی اس کے بعد آپریشن کرا لینا۔ ڈاکٹر صاحب نے ۱۲۰۰ روپے فیس طلب کی جس کے مہیا کرنے میں کچھ تاخیر ہو گئی حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ کی چٹھی آنے پر جواب لکھوا کر ارسال کر دیا اور ساتھ آنکھ کی معذوری کا ذکر بھی کر دیا حضرت قاضی صاحب مدظلہ نے لکھا کہ یہ شعر ہر نماز کے بعد سات بار پڑھ کر انگلیوں کے پوروں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیں۔

کَم اَبرَأَتْ وَصِباً بِاللَّمسِ رَاحتُہ ! وَاَطلَقَتْ اَرِباً مِنْ رِبقَۃِ اللَّمَمِ

بار بار آپ کے ہاتھ لگانے سے بیمار اچھے ہوگئے، اور بہت سے محتاج رشتۂ دیوانگی سے آپ کے دستِ مبارک کے طفیل رہا ہوگئے

پر عمل شروع کردیا اور اس کے بعد آپریشن کی تاریخ لینے کے لیے ڈاکٹر کے پاس گیا ڈاکٹر نے کمپیوٹر سے اچھی طرح چیک کیا اور حیران ہوکر کہنے لگا کہ کس چیز کا آپریشن کریں۔ موتیا تو غائب ہوگیا ہے اسی طرح آپریشن سے نجات مل گئی۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذلک۔ (مولانا) محمد رمضان شوق فیصل آباد۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں

مولانا محمد حکیم صاحب دارالعلوم حقانیہ کے فاضل ہیں، آٹھ سال قبل یہاں سے دورۂ حدیث کرچکے ہیں، دورۂ حدیث کے سالانہ امتحانات میں دارالعلوم کی جانب سے حل سوالات کے لیے دیے جانے والے کاغذات میں سے فل سکیپ کے تین کاغذ ان کے پاس رہ گئے تھے۔ جو امتحان کے لیے استعمال نہ ہوسکے آٹھ سال بعد ان کی نظر پڑی تو انہیں دارالعلوم کی امانت سمجھ کر بذریعہ ڈاک حضرت مہتمم صاحب کے نام بھیج دیا اور درج ذیل خط تحریر فرمایا۔

۱۵ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ۔ محترم المقام حضرت ناظم صاحب و مدیر الجامعہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! یہ کاغذ تقریباً آٹھ سال قبل امتحانی پرچے سے زائد ہوچکے تھے، غلطی میں بندہ نے ساتھ لیے تھے آج ترسیل ہیں، بے ادبی معاف۔ والسلام

محمد حکیم فارغ التحصیل حقانیہ، حال مدرس مدرسہ تریاب ضلع کوہاٹ

درس ترمذی شریف

گذشتہ تین شماروں سے دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے درس ترمذی شریف کا سلسلۂ اشاعت جاری ہوا تو ملک و بیرون ملک سے قارئین کے خطوط موصول ہورہے ہیں ہم احباب و مخلصین کی دلچسپی کے تہہ دل سے شکر گذار ہیں۔ تمام خطوط کی اشاعت تو ممکن نہیں البتہ بعض اکابر اہل علم اور مشائخ کی وقیع تحریروں کے اقتباسات نذر قارئین ہیں۔ (ادارہ)

● حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے درس ترمذی سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے جیسے، اکابر کے جانشین اصلی موضوع پر توجہ کرتے ہیں۔ متن ترمذی پر تو محدثین دارالعلوم دیوبند کا محبوب اور ممتاز درس رہا ہے حضرت نانوتویؒ حضرت گنگوہیؒ، حضرت شاہ صاحبؒ، حضرت مدنیؒ نور اللہ قبورہم کا درس ترمذی بہت ہی ناز درس تھا، بتوفیقہ تعالیٰ حقائق السنن ان تمام دروس کی ترجمان ہے۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ کے دروس ترمذی اس سلسلہ مقدس کی تکمیل کا ذریعہ بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو یہ مسند پوری طرح سنبھالنے کی مزید توفیق عطا فرمائے

● مکتوب ثانی! حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کے درس ترمذی شریف کے دو یا تین مطبوعہ درس دیکھ کر کئی وجوہ سے خوشی ہوئی ایک تو اس لیے کہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی مسند پر آپ کے

خلف الصدق کو نہ صرف بیٹھنے کی بلکہ اس کے درس حدیث کو جاری رکھنے کی سعادت میسر ہو رہی ہے۔ اللھم زد فزد وبارک وتقبل۔ علماء ہرات جیساکہ مفسر القرآن عارف باللہ علامہ عبداللہ ہروی نے ترمذی شریف کو بخاری شریف کے بعد اصح الکتب کا درجہ دیا ہے اور یہ ایک حد تک صحیح بھی ہے امام ترمذیؒ نے اپنی اس سنن میں کئی علوم کو جمع فرما دیا ہے جرح وتعدیل رواۃ، صحت وسقم اسناد، اضطراب متن وسند کئی امور متعلقہ علم حدیث پر بحث فرمائی ہے خصوصیت کے ساتھ آپ کا و فی الباب عن فلاں فلاں آپ کے روایات پر پورے عبور کا مظہر ہے۔ بہرحال مولانا سمیع الحق مدظلہ کا درس آسان اور جامع ہے آپ نے احادیث میں تطبیق اور مسئلہ زیر بحث میں ائمہ کا اختلاف یا اختیار واضح فرما کر ہم جیسے طلباء حدیث کے لیے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی راہ آسان فرما دی ہے خصوصاً سنت کی تشریعی برکات کو ذکر فرما کر عامۃ المسلمین کے لیے ترغیب کا انداز نہایت ہی مبارک اور آج کل کے لادین دور میں تو بہت ضروری ہے۔

(قاضی محمد زاہد الحسینی اٹک)

مکتوب ثالث: جناب مولانا سمیع الحق صاحب کے درس ترمذی پر جو اظہار مسرت کیا گیا ہے اس کی کئی وجوہ ہیں، مولانا صاحب جبکہ بالفعل مولانا نہ تھے بلکہ بالقوۃ مولانا تھے شاید ۱۹۵۲ء میں حضرت حاجی مہربان علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے روحانی اجتماع پر یہ گنہگار بھی حاضر تھا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ تقریر فرما رہے تھے اور یہ گنہگار سامعین کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا مولانا سمیع الحق صاحب بھی آ کر میری ساتھ والی کرسی پر رونق افروز ہو گئے شاید وہ مجھے نہ پہچان سکے مگر میں نے تو پہچان لیا تھا اس قرب بدنی سے ایک روحانی قرب آشکارا ہوا جس کا اصلی محرک حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی نسبت تھی دل سے اُن کے لیے دعائیں کرتا رہتا ہوں اور ان سے قلبی محبت اور عقیدت ہے اس لیے ان کی کسی بھی علمی دینی اور روحانی خبر سے مسرت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت حدیث کو دوام بخشے (آمین) جب ایک استاذ حدیث وبہ قال حدثنا اپنی زبان سے پڑھتا ہے تو اس روایت کی تمام رواۃ کے ارواح بلکہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ ادھر متوجہ ہو جاتی ہے کس قدر سعادت اور خوش بختی ہے اس گنہگار کے کانوں میں اب بھی دار الحدیث دیوبند کی روحانی اور ایمانی روح پرور آواز گونج رہی ہے جو قطب الارشاد والتکوین بخاری شریف پڑھانے کبھی خود قرأت فرماتے ہوئے وبہ قال حدثنا فرماتے تھے، ایسی مسندوں کو اگر خلف الصدق آباد نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟ بہرحال مجھے ذاتی طور پر اس سے بہت بہت خوشی ہوئی اللہ پاک مزید توفیقات سے نوازے۔ (قاضی) محمد زاہد الحسینی اٹک

● درس ترمذی شریف ، ماشاء اللہ آپ نے اہلی اور وحشی گدھوں اور مروجہ متعہ کی حرمت پر علمی سیر حاصل بحث کی جو کہ نہایت مفصل و مدلل ہے ۔ لہٰذا اس کا ماہنامہ الحق میں مسلسل جاری رہنا از حد ضروری ہے ۔ اس میں انقطاع نہیں ہونی چاہیئے ۔ اللہ کرے یہ درس ترمذی جلد مرتب ہو کر منظر عام پر آجائے ۔ تو علماء اور طلباء کے لیے انتہائی فرح اور مسرت ہوگی ۔ یہ سب شروحات سے جامع و مفصل ہوگی ۔ جیسا کہ تحقیق و دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک علمی انداز کی انوکھی شرح ہوگی ۔ (مفتی) عمر حیات راولپنڈی ۔

● حضرت مولانا سمیع الحق زید عرفانہ کے درس ترمذی کے افادات علماء کرام اساتذہ عظام طلباء فخام اور عام اہل علم و ہر اہل ایمان قاری کے لیے یکساں مفید افید ہیں ، موقر جریدہ الحق نے یہ سلسلہ شروع کر کے شیوع دین کی وسعت اور حصول علم کی تسہیل و تطہیر کے ایک ایسے حصنِ مرصوص کی تعمیر و ترصیص کی ابتداء کی ہے جو ہر کردمہ کے لیے انفع و اصوب و انسب اور حرزِ ایمان ہے ۔ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب جگر کاوی سے کنج کاوی کر کے جو قال اللہ و قال رسولؐ کا روحانی باغ لگائے اور سجائے جارہے ہیں وہ اس پر آشوب دور میں روحانی منہل بھی ہے بقول شاعر ؎

کرو دل کے ویرانے کی کنج کاوی
دبے اس کھنڈر میں خزانے بہت ہیں

ایمان کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان اس سے خوشہ چینی کر کے اپنے دین و دنیا کو تاباں و درخشاں بنانے کی جدوجہد کرے ۔

مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی کے درس ترمذی میں متعہ کے اچھے خاصے نکات آگئے ہیں اگر مناسب سمجھیں تو بعنوان زیر رشحات بھی الحق کے قارئین تک پہنچا دیں تو میرے خیال میں بہتر بھی رہے گا ۔ (مولانا سید تصدق بخاری گوجرانوالہ)

علامہ سید تصدق بخاری کی تحریر آئندہ پرچے میں الحق کے صفحات کی زینت بنے گی (ادارہ)

علامہ طالب الہاشمی کا مکتوب

مکتوب اول ! آپ کے حسن ذوق ، حسنِ نظر اور محنت کی بدولت "الحق" دقیع سے وقیع تر ہوتا جارہا ہے ملک کے دینی پرچوں میں اس کو بہت بلند بلکہ منفرد مقام حاصل ہوگیا ہے ۔

مکتوب ثانی .... میری حقیر رائے کیا ، آپ یقین جانئے بڑے بڑے اہل علم کے نزدیک "الحق" نے بہت بلند مقام حاصل کرلیا ہے اور وہ اسے بلا تامل برکوچک کے علمی رسائل میں صف اول کا پرچہ شمار کرتے ہیں یہ کہنا مبالغہ سے بالکل خالی ہے کہ الحق کو یہ مقام آپ کی محنت شاقہ اور آپ کے حسنِ ذوق کی بدولت حاصل ہوا ہے ۔
(علامہ طالب الہاشمی لاہور)

شفیق الدین فاروقی

دار العلوم کے شب و روز

ملاکنڈ اور دیگر ایجنسیوں کے فضلاء حقانیہ کی مولانا سمیع الحق سے ملاقات

تحریک نفاذِ شریعت کی حمایت اور علماء و مشائخ کے نام اہم پیغام

ملاکنڈ، قبائل اور مختلف ایجنسیوں سے تعلق رکھنے والے فضلاء حقانیہ بڑی تعداد وفود کی شکل میں دار العلوم حقانیہ تشریف لائے، دار العلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی سے ملاقات کی، ملاکنڈ، مہمند، باجوڑ، خیبر اور دیگر ایجنسیوں میں تحریک نفاذ شریعت کے سلسلہ میں آپ سے مشورہ اور تبادلہ خیال کیا۔

مولانا سمیع الحق نے اس موقع پر دار العلوم کے فضلاء کے متعدد وفود کو مختلف قبائل اور ایجنسیوں کے علماء، مشائخ، اہل علم، ذی اثر حضرات کی خدمت میں خصوصی مشن پر بھیجا اور وہاں کے علماء و مشائخ کے نام تحریک نفاذِ شریعت کی حمایت اور اسے منزل مقصود تک پہنچانے کے سلسلہ میں ایک ایک تحریری پیغام بھی بھیجا۔ ذیل میں علماء و مشائخ آپ کا مکتوب گرامی منقول ہے۔

محترم المقام علماء کرام و مشائخ عظام قبائل پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ملاکنڈ ایجنسی اور فاٹا اور آزاد قبائل میں تحریک نفاذِ شریعت کی شکل میں اسلامی قوانین کے نفاذ کی جدوجہد قابلِ تحسین اور جرأت مندانہ اقدام ہے۔ نفاذ شریعت پر مسلمان بالخصوص علماء کا اولین فریضہ ہے اور قیام پاکستان کا اصل مقصد ہے یہی ہمارے ایمان کا تقاضا اور اسلامی سیاست کی منزل و محور ہے دار العلوم حقانیہ اور جمعیۃ علماء اسلام نے ملک کے کسی بھی حصہ بالخصوص مذکورہ علاقوں میں نفاذِ شریعت کی ہر تحریک کی ہر ممکن شکل میں تائید و حمایت کا اعلان کیا ہے آپ سب سے میری مخلصانہ اپیل ہے کہ ہر قسم کی گروہی، علاقائی، لسانی اور سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر اس تحریک کی خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کی بالادستی کی خاطر ممکن تعاون فرمادیں اس راہ کی ہر کوشش اللہ تعالیٰ کے ہاں باعث اجر ہوگی قطع نظر اس کے کہ تحریک کے قائدین کون ہیں اور

کیا ارادے ہیں کہ انما الاعمال بالنیات آپ اور ہم سب کی نیت صحیح ہونی چاہیئے۔
تحریک کے رہنماؤں اور قائدین حکومت کے پُرفریب مذاکرات اور وعدوں وعیدوں میں نہ آئیں جب تک عملاً نفاذِ شریعت قائم نہ ہو، منافق حکمرانوں اور مفاد پرست سیاستدانوں کی یقین دہانیوں پر اعتماد نہ کریں۔ خدا تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو، جامعہ دار العلوم حقانیہ اور جمعیۃ علماء اسلام ہر مرحلہ میں اسلامی بھر آپ کی مکمل تائید و حمایت اور تعاون کرتے رہیں گے۔ والسلام　　سمیع الحق

مہتمم دار العلوم حقانیہ و سیکرٹری جنرل جمعیۃ علماء اسلام

وفاقی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کی دار العلوم آمد

۵/ اگست وفاقی نظریاتی کونسل کے چیئرمین جناب اقبال احمد خان صاحب دار العلوم حقانیہ تشریف لائے، دار العلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ سے ملاقات کی نئی ذمہ داریوں اور کونسل سے متعلق امور سمیت کئی ایک موضوعات پر تبادلہ خیال کیا دار العلوم کا تفصیلی معائنہ بھی کیا زیر تعمیر سیمینار ہال اور جدید ہاسٹل دیکھے، احاطہ ماوراء النہر میں طلبہ ماوراء النہر سے ملاقات کی، ان کے درسی اور تعلیمی نظام میں دلچسپی لی، دار الحفظ والتجوید کا معائنہ کیا، دار العلوم کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رح کے مزار پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی، دار العلوم کے کلاس رومز، لائبریری، ماہنامہ الحق، موتمر المصنفین اور ادارۃ العلم والتحقیق کے دفاتر کا معائنہ کیا۔ دار العلوم کے تعمیری، تعلیمی ترقیوں نظام و نصاب تعلیم سے بہت متاثر ہوئے، چار، پانچ گھنٹے جناب مولانا سمیع الحق کے ساتھ رہ کر واپس اسلام آباد کے لیے تشریف لے گئے۔ (بقیہ ص ۳۲ سے)

کے مقابلہ میں زیادہ فیاض و شریف ہیں، اور یہ تمام فضائل اخلاق اس امت کو رسول اللہ ﷺ ہی سے حاصل ہوئے تھے کیونکہ آپ ہی نے ان باتوں کی تعلیم و تلقین کی تھی۔ آپ کی امت کے افراد کسی کتاب کے متبع نہیں تھے، جس کی تکمیل کیلئے آپ آئے ہوں جیسا کہ مسیح علیہ السلام شریعتِ توراۃ کی تکمیل کیلئے آئے تھے اور مسیحی لوگوں کے فضائل اخلاق اور ان کے علوم وفنون کا کچھ حصہ توراۃ سے، کچھ زبور سے، کچھ دوسرے انبیاء کی تعلیمات سے، کچھ حضرت مسیح علیہ السلام سے اور کچھ آپ کے بعد کے لوگوں جیسے حواریوں اور ان کے حواریوں سے ماخوذ ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے فلاسفہ وغیرہ کے کلام سے بھی مدد لی اور دین مسیحی میں تبدیلی کے وقت اس میں ایسے امور داخل کرلیے جو مسیحیت کی ضد اور کفر سے تعلق رکھتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کے آنے سے پہلے کسی کتاب سے واقف نہ تھی بلکہ ان کی بڑی تعداد موسیٰ وعیسیٰ و داؤد علیہم السلام اور توریت و انجیل و زبور پر ایمان بھی آپ ہی کے کہنے سے لائی، آپ ہی نے انہیں حکم دیا کہ وہ تمام انبیاء پر ایمان لائیں اور اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی ہر کتاب کا اقرار کریں اور کسی رسول کے خلاف تفریق و امتیاز نہ برتیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "وقولوا آمنا باللہ"
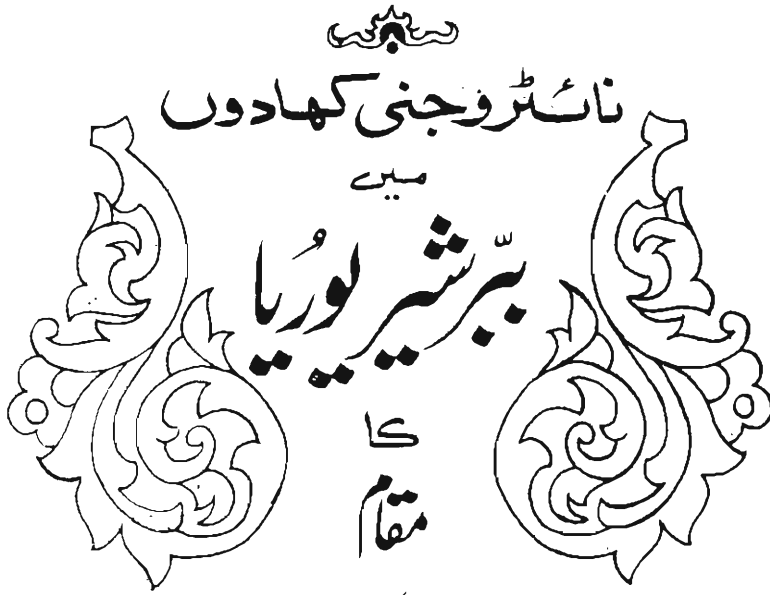
REGD. NO. P-90

AL-HAQ

فرمانِ رسول..

حضرت علی ابنِ ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب میری اُمت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔"
دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
- امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے
- رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
- اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی۔ باب علامات الساعۃ)